نالۂ پُراثر

مجموعۂ کلام

اثر جون پوری

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

الحجاز کراچی

CamScanner

نالۂ پُراثر

اثر جون پوری

الحجاز کراچی

فہرست

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ
تقریظ: حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب شہید رحمہ اللہ	12
اظہارِ خیال	15
پیش لفظ	17
ہے اہلِ حق کی ندا لا الہ الا اللہ	21

درمدحِ سرورِ عالم ﷺ

ہیں یوں تو بے شمار، ریاضت کے راستے	24
جو محبوبِ خدا کی دوستو صورت بناتا ہے	27
پیغام ہوا نشر ہے دربارِ نبی سے	29
گر غلامِ شاہِ بطحا ہو تو سنت پر چلو	32
کرتے نہیں ہیں پیروی آقا ﷺ کی بھول کے	34
اب خوف ہے مرنے کا نہ جینے کی طلب ہے	32
زائرِ طیبہ کو یوں حسرت سے تکتا رہ گیا	38
شہِ جن و بشر پر شر، گوارا کر نہیں سکتا	39
تُف ہے اہلِ دہر اس آزادئ اظہار پر	41

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ
گر عالمِ فانی کے پرستار نہ ہوتے	43

در الفتِ ماہِ صیام

زمیں پر رحمتیں پھر آسماں برسانے والا ہے	46
جو امرِ حق ہے حکمِ شریعت ہے دوستو	48
برکت کا سرچشمہ بھی ہے، رحمت کا فیضان بھی ہے	51
نہ غفلت میں ہرگز گنوانے کے دن ہیں (ماہِ صیام کے موقع پر)	53
پُرکیف صبح و شام ہے ماہِ صیام میں	56
جاں فقط اب جانِ جاناں پر اثر واری کریں	58
کوئی اس ماہ میں تقویٰ سے باطن کو سجاتا ہے	60
آپ اہلِ عقل ہیں تو اتنی ہشیاری کریں	63
معلوم ہے کچھ آپ کو کیا ہے مہِ صیام	65
معمول مؤمنین کے اب صبح و شام کا	67
وا ہیں دکانِ رحمت کے در، بخشش کا سامان بھی ہے	68
محاسن سے دامن کو بھر لیجیے	70

اصلاحی اشعار

مونچھوں کو بڑھایا کرتے ہیں ڈاڑھی کو کٹایا کرتے ہیں	73
یقیناً تر دوست رحمٰن ہوگا	75
ہوتی ہے ہر برائی مبدل بھلائی سے	77
جو فکر کا چراغ ہے، جو علم کا نصاب ہے	80

صفحہ	نظم کا پہلا مصرع
82	بناؤں کس لئے پھر میں بھلا مغضوب کی صورت
84	ترقیات کو خود مائلِ زوال نہ کر
85	کسی اللہ والے سے تعلق جب نہیں ہوتا
87	ایماں کی حلاوت کا مزہ کیوں نہیں لیتے
89	ہاتھوں میں ہے علم جب آقا ﷺ کی پیروی کا
90	گرنے والوں کو بہر طور سنبھلنا ہوگا
93	ہو وصف اب شمار بھی کیا کیا حسین کا
95	گر جان دو تو جعفر طیّار کی طرح
97	غفلت کی وادیوں سے نکلنے کا وقت ہے
99	چار دیواری میں تھی محبوس، بے پردہ نہ تھی
101	خود کو اپنی جان سے انجان کرنا چاہیے
103	یہ دنیا بے وفا ہے، یہ حقیقت کائناتی ہے
105	اچھائی کر رہے ہیں برائی کے ساتھ ساتھ
107	عصیاں پہ اپنے اشک بہانے کی دیر ہے
109	نجاتِ ناگہانی چاہیے اب (زلزلہ کے سانحۂ عظیم پر)
111	بے حسی ہے وہی، سانحہ ہے یہی
113	اثر اغیار کے جب سال کا آغاز ہوتا ہے (عیسوی سالِ نو کے موقع پر)
115	سخت حیرت ہے مغرب کے نقال پر
116	خدا کو بھول کر ساری خدائی

صفحہ	نظم کا پہلا مصرع

گر چاہتے ہیں دین پر چلنا ضروری ہے............................. 121
حُبِ دنیا سے بس اب بیزار ہونا چاہیے............................. 123
غفلت سے نکل، دین کی دعوت کے لیے اُٹھ............................. 125
کسی کا گھر جو بساتا ہے عید اس کی ہے............................. 127
جب گئی مسجد و منبر پہ نظر عید کے بعد............................. 129
ہر بُرا کام پھر آسان ہوا عید کے بعد............................. 131
ہو گی طاعت نہ کم عید کے بعد بھی............................. 133
غلط کام کرتے ہیں طاعت سمجھ کر (ماہِ ربیع الاوّل کے موقع پر)........... 135

حالاتِ حاضرہ

مشرقیت کے معائب اب اُچھالے جائیں گے............................. 139
لو! وہ پھر ناکام ہو کر رہ گیا (پڑوسی ملک کا ایٹمی تجربہ ناکام ہونے پر)...... 141
جوں خار، گو باطل کو کھٹکتا ہی رہے گا............................. 143
خون حاضر ہے اپنے وطن کے لیے............................. 145
اُسی کا بندہ اُسی کے منہ کو جو آرہا ہے............................. 147
قبضہ جمائیں حقِ محبت کے نام پر............................. 149
ہم یقیناً مضمحل ہیں گردشِ حالات سے............................. 151
نہ پھیلے کوئی شر ہم سے، شریعت کا تقاضا ہے............................. 153
اب نہ دشت و دمن کی بات کرو............................. 155
غرور و کبر کا نیچا زمانے بھر میں سر ہو گا............................. 156

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ
سنو صدیقِ اکبر کی طرح خوددار ہو جاؤ	158
یہ وطن اہلِ اسلام کا گلستاں	161
کافر تو مسلماں کا کبھی دوست نہ ہوگا	163
دن بھر کبھی پیہم، تو کبھی رات مسلسل	164
کر رہے ہیں سلوکِ حیوانی	166
یا تو پھر نام نہ لے صبر و رواداری کا	168
زمانہ لد گیا رہتے تھے جب شاہیں چٹانوں میں (ڈاکٹر اقبال کے مشہور شعر پر تضمین)	169
سبق پڑھیے ندامت کا اطاعت کا اسارت کا	171
سبق اُلٹا پڑھایا جا رہا ہے ماؤں بہنوں کو	173
آزمائے ہیں طریقے بے شمار اِس کے خلاف	174
کام نا کام صرف بات کی بات	177
جو بات حقیقت ہے سرِ بزم کہے گا	179
طوفان شہوتوں کا، فواحش کی لہر ہے	182
لہو وہ کشمیر میں مسلسل بہا رہا ہے	184
کافر کی غلامی سے بہت شاد ہے مومن	186
وہ شجاعت فطانت میں مشہور تھا	188
لوریاں اطفال کو دیں گے وہ سو جانے کے بعد	190
عسرت ہے کیسا جام، وزیروں کو کیا خبر	192
کیوں چار طرف پھیلی ہوئی مشک کی بُو ہے	194

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ

تعزیت، مرثیہ، گفتگو کب تلک (کراچی کے جید علمائے کرام کی مسلسل شہادتوں پر جذبات کا اظہار)..... 196
لطف کیا ہو غریب خانوں پر.................................... 198
آ گئے ایوان میں جاہل تو کیا.................................... 200
ملکِ اسلامی کے قلعے میں ہر اک مامون ہے.................................... 202
اس قدر چیلے بنے شیطان کے.................................... 204
جب آئے کٹھن وقت میں شاہانِ صحافت.................................... 205
وہ ابتلائے دوست ہو یا قدرتی عتاب.................................... 207
کربِ عظیم کیونکہ ہے شامل خوشی کے ساتھ.................................... 209
قتل و غارت آج کیوں ہے کابل و بغداد میں.................................... 211
جانِ جاناں سے جو پیمان کیا ہے ہم نے.................................... 212
بے ثمر، بارِ دِگر نخلِ تمنا نکلا.................................... 214
علم ہو مومنِ خوددار کا اب.................................... 216
نکالا ہے جنازہ پہلے ہی یاروں نے سنت کا.................................... 218
قبلۂ اول وہ ایماں کی بہار.................................... 220
بدر کا مارا ہوا، خیبر کا دُھتکارا ہوا.................................... 223
زمیں حیراں ہے ساکت آسماں ہے.................................... 225
نخلِ توقعات کہ لمحوں میں جل گیا.................................... 227
پالیسی تعصب کی ہے اقدام غلط ہے.................................... 229
مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو.................................... 231

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ
خود سروں کے دیس میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے	233
ہو گا حاصل تو وہی لکھا ہے جو تقدیر کا	235
کیفیت طاری کی ایک ہی جام نے	237
غیر کی آنکھوں میں تابندہ ہوں تیرے سامنے	239
بھائی کو ذبح کر دیا ملکی مفاد میں	241
پھر اسرائیل آیا ظلم کی تاریخ دہرانے	243
رقیبوں سے دن رات دلداریاں ہیں	245
پھر رہے گا کوئی تمہارا کیا	247
ترا دنیا پہ ہے احسان پریشان نہ ہو	249
لوگوں پہ گراں بار ہے پیغامِ شریعت	252
خبردار کرتے ہیں تم کو مسلماں کہ ہتھیار اٹھانے کی کوشش نہ کرنا	254
معصوم ذات پر ہے غلاظت کی انتہا	256
اے دوست اپنے قدم بڑھا سوچ سمجھ کر	258
اسلام کے نفاذ کا بیڑا اُٹھایئے	259
کل جو کرگس بڑھ رہا تھا باز شاہی کی طرف	261
تم ایٹمی طاقت پہ کبھی ناز نہ کرنا	262
مرا باطن معطر کر دیا ہے عطرِ طاعت نے	263
یہ تجربہ بھی محبت میں کر کے دیکھتے ہیں	265
دل میں اٹھتے ہیں سوالات خدا خیر کرے	267

نظم کا پہلا مصرع | صفحہ

پالیسی تعصب کی ہے، اقدام غلط ہے.................................269
کافر کی حمایت ہوتی ہے فاسق کی اطاعت ہوتی ہے...................271
بیتاب کرے زخمِ نہاں اور زیادہ (مسلم رہنما کی حق گوئی کی حوصلہ افزائی)........272
الٰہی دشمنانِ دینِ آقا کو فنا کر دے.................................274
جاں تجھ پہ فدا پاک وطن کرتے رہیں گے............................275
ہوا کمیاب ہے بجلی نہیں ہے..276
جو محرک مرکزِ تحریک ہے...277
رہبران سیاست سے پوچھے کوئی.....................................279
موت بن جائیں جور و جفا کے لیے....................................280
اپنا وطن ہے ایسا کہ جس کا بدل نہیں.................................281
وہ اِک گستاخ کو، بدنام کو انعام دیتے ہیں............................283
رنگیں رنگیں ہے پیارا پیارا ملک......................................284
مانا کہ وہ حالات سے دوچار ہیں ایسے...............................285
کون آئے گا چڑھتے ہوئے پانی کے سامنے.............................287
پائے نویدِ صبح، کوئی ڈھلتی شام سے.................................289

متفرقات

تخمِ حق گوئی کا شیریں پھل مبارک ہو تجھے............................292
حملہ آور ہوتے ہیں لیٹسٹ تدبیروں کے ساتھ..........................294
دین و ایماں کتنوں ہی کا کر ڈالا برباد..................................296

نظم کا پہلا مصرع	صفحہ

رفع گر تو اہلِ حاجت کی پریشانی کرے........................ 297

ربّ نے جب کی ہے بیاں رفعت خلیل اللہ کی........................ 299

گو کہ ہے برعکس اس کے، آج انسانی پسند........................ 301

زندگی یوں لگی مجھ کو ماں کے بغیر........................ 303

خوشا دینی مدارس کے در و دیوار کی خوشبو........................ 304

یوں آپ خود کو اہلِ سعادت بنائیے........................ 305

کاش! ہمارے جذبۂ ایثار کو دیکھے کوئی........................ 307

رشکِ بہار، حاصلِ نکہت کہیں جسے........................ 309

ہے وقت امتحان کا اہلِ بدین پر........................ 311

شخصیات

وہ شریعت اور سنت کے علم بردار تھے (قطبِ وقت محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کے وصال پر)........................ 313

جی رہے تھے جو ہنستے ہنساتے ہوئے........................ 315

شمعِ حیات گرچہ بجھا کر چلے گئے........................ 316

انہیں چشم ڈھونڈے ہے ہر طرف، وہ نظر میں ایسے سما گئے........................ 318

در دھوپ مثلِ سائباں حضرت عزیر گل (حضرت مولانا عزیر گل رحمہ اللہ پر)........ 319

قادیانیت کی سرکوبی ترا منشور تھا........................ 320

تقریظ

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب شہید رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین الصطفٰی.

انسانوں کے کلام میں صنف شعر کا اپنا ایک مقام ہے۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان من شعر لحمکة."

اشعار کی مدد سے حکمت وموعظت کی باتیں بہت آسانی کے ساتھ دوسروں تک پہنچائی جاسکتی ہیں۔اس لیے شعروشاعری ہر دور میں اظہارِ مافی الضمیر کا ایک مسلمہ اور مؤثر طریقہ رہا ہے،مگر قرآنِ کریم نے شاعری کو" دودھاری" تلوار کے طور پر متعارف کرایا ہے کہ اس سے مبالغہ آرائی، غلط بیانی اور سفلی جذبات میں ہیجان پیدا کر کے معاشرہ کو حیوانیت کی طرف بھی دھکیلا جاسکتا ہے یا سچائی اور امانت و دیانت کا سبق پڑھا کر انسانیت کی امامت کے درجہ پر بھی فائز کیا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:" والشعراء یتبعهم الغاوٗن الم تر انهم فی کلِ وادٍ یهیمون. وانهم یقولون مالا یفعلون. الا الذین آمنوا وعلموا

وذکروا اللّٰہ کثیرا. وانتصروا من بعد ماظلموا. وسیعلم الذین ظلموا ایَّ منقلب ینقلِبون." ترجمہ: "گمراہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلتے ہیں، وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود بھی عمل نہیں کرتے مگر ایمان وعملِ صالح اور اللہ کا ذکر کرنے والے شاعر ایسے نہیں ہوتے وہ ظلم کی صورت میں ہی جوابی کارروائی کرتے ہیں اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قدر بدترین ٹھکانے کے مستحق قرار پائیں گے۔"

اس میں اللہ تعالیٰ نے شاعروں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ پہلی قسم گمراہی کی مبلغ، ہر برائی اور ناجائز بات کے داعی اور قول وفعل میں تضاد رکھنے والے۔ دوسری قسم ایمان اور اعمالِ صالحہ والی زندگی اختیار کرنے والے اور ذکر اللہ میں مشغولیت رکھنے اور مظلوموں اور معاشرہ کے پسے ہوئے افراد کے ساتھ تعاون کرنے والے۔

ہمارے کرم فرما اور دوست جناب شاہین اقبال اثر صاحب اسی دوسری قسم کے شعراء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری کی بڑی خوبی عام فہم اور بے ساختہ کلام ہے اور وہ شاعری کے ذریعہ احیائے سنت کا کام بہت مؤثر اور دلنشین انداز میں سرانجام دے رہے ہیں۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے اپنے شاہین بچے پر زاغ کی صحبت کے اثراتِ بد کا شکوہ کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحبت انسانی زندگی پر گہرے اثرات چھوڑتی ہے، مگر ہمارے شاہین (جو کہ نام کے اعتبار سے اثر انگیز صلاحیتوں کے حامل اور اقبال ہی کے شاہین ہیں) کے بارے میں ہمیں شکوہ نہیں بلکہ فخر ہے کہ انہیں حضرت عارف باللہ الحاج مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کی صحبت نے معرفت اور روحانیت سے وافر حصہ عطا کیا ہے جس کا اثر ان کے کلام میں بھی واضح ہے۔

شاہین اقبال آثر صاحب بیک وقت مردوں، عورتوں، نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں کے مقبول شاعر ہیں۔ ان کا رنگین اور پُر مغز کلام اسلامی صحافت خاص طور پر روزنامہ اسلام کے رنگین صفحات کی زینت بنتا رہتا ہے اور بہت دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے اور راقم السطور نے آثر صاحب کے کلام کا دل پر برملا اثر محسوس کیا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے از دل خیزد بر دل ریزد جس کا بہترین مفہوم شاعرِ مشرق کے اس مصرعہ سے ادا ہو جاتا ہے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اُمید ہے کہ اس مجموعۂ کلام کو نہایت دلچسپی اور شوق سے پڑھا جائے گا اور اسلامی معاشرہ کے افراد کی ذہن سازی اور تعمیر و ترقی میں اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو قبولیتِ عامہ و تامہ سے نواز کر آثر صاحب کے لیے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ (آمین)

اظہارِ خیال

حضرت صوفی خالد اقبال تائب جونپوری دامت برکاتہم

بقول اردو ادب کے ایک معروف نقاد ''عام آدمی کے پاس دل ہے، زبان نہیں، شاعر کے پاس دل بھی ہے زبان ہے یا یوں کہیے عام آدمیوں کے پاس ایک بے زبان دل ہے اور شاعر کے پاس بولتا ہوا دل'' اور میرے خیال میں جب یہی بولتا ہوا دل کسی اہلِ دل کا صحبت یافتہ بھی ہو اور فیض یافتہ بھی تو شاہین اقبال اثرؔ کی صورت میں کلام کرے گا جو چھوٹوں کو عاجز اپنے ہم عصروں کو پریشان اور بڑوں کو حیران کردے گا۔

شاہین اقبال اثرؔ کی شاعری کا حاصل لوگوں کو ماضی تمنائی کے تنگ دائرے سے نکال کر مستقبل کے روشن مناروں سے روشناس کرانا اور ان کے حصول کے لیے خود سمیت ہر ایک کو عزم مصمم اور سعیٔ پیہم کی دعوت دینا ہے۔ اس کا شیوۂ گفتار دوستانہ مگر انداز ناصحانہ ہے۔ بزم سے رزم تک اس کے لہجے کی گونج سننے والوں کو اپنی جانب مائل کررہی ہے۔ اس کے تازہ اور شیریں نغمے خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اثر ہے رومیٔ دوراں مرشدِ کامل

عارف باللہ حضرتِ اقدس شاہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم وعمّت فیوضہم کی تربیت ودعا کا۔

یہ امر میرے لیے باعثِ مسرت بھی ہے اور حیران کن بھی کہ ''راہِ سلوک''، ''میں اللہ سے ڈرتا ہوں'' اور ''تو عاشق رسول ﷺ ہے'' کے بعد اب بیک وقت اثؔر کے دو مجموعے ہائے کلام ''نالۂ پُر اثر'' اور ''سعیِ لا حاصل'' قارئینِ شعر وادب کے ذوق کی تسکین کا سامان بن رہے ہیں۔ حق تعالیٰ شرفِ قبول کے پھولوں سے دامنِ اثؔر کو بھر دیں اور اسے یوں ہی تا عمر گلکاریوں میں مصروف رکھیں۔ (آمین)

ڈھیر ساری دعاؤں کی پتیاں نچھاور کرتا ہوا

تائب جونپوری عفی اللہ عنہ

پیش لفظ

گزشتہ عشرے میں ''ضربِ مؤمن'' کی زینت بننے والے اشعار کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ہفت روزہ اخبار یا روزنامچہ کے لیے اشعار کہنا بظاہر تو بہت سہل معلوم ہوتا ہے مگر لکھنے والے جانتے ہیں کہ ہمارے ملکی اور عالمی طور پر تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں یہ کام کس قدر دشوار ہے۔ طبیعت کسی موضوع پر شعر کہنے پر مائل ہوئی اور اشعار کا سلسلہ شروع بھی ہو گیا مگر فوراً ہی حالات نے کروٹ لی۔ گزشتہ تخیلات و افکار کو جوں کا توں چھوڑا اور فکر کو جدید پیراہن سے آراستہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بلکہ شرمندگی کی صورت ہوتی ہے کہ حالاتِ حاضر پر نظم پریس میں جا چکی اور اسی اثنا میں حالات یکسر تبدیل ہو گئے (اب پچھتائے کیا ہوت) قارئین تو اسے بے وقت کی راگنی گردانتے ہوں گے مگر شاعر سے پوچھیے کہ اس پر کیا گزری۔ موقع کی مناسبت سے ہلکے پھلکے اشعار بھی مزہ دیتے ہیں اور بے موقع فن اور تخیل کی بلندیاں بھی پست نظر آتی ہیں۔

دوسری گزارش یہ کہ اکثر اخبارات میں شائع ہونے والے بیشتر کلام کو ناقدینِ فن، صحافتی شاعری کے نام سے موسوم کرتے ہیں مگر یہ بات میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ کبھی بھی بندے نے اخبارات کا پیٹ بھرنے کے لیے شاعری نہیں کی بلکہ دل پر گزرنے والے حالات کو اشعار کا جامہ پہنایا ہے۔ اہلِ فن اس بات سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ آمد اور آورد میں کتنا زیادہ اور واضح فرق ہوتا ہے۔

حالاتِ حاضرہ پر لکھے جانے والا کلام جہاں ملکی اور عالمی حالات کی عکاسی کرتا ہے وہیں ایسا کلام اپنے عہد کی تاریخ بھی رقم کرتا ہے کہ کئی عشرے بعد پڑھنے والا قاری اس کلام سے بآسانی یہ اندازہ لگا سکے گا کہ فلاں سن یا عشرے میں حالات کا رُخ کس طرف تھا۔ نیز اس وقت کے اہلِ نظر اور اہلِ قلم نے ان حالات کو کس طرح سے محسوس کیا اور کس طرح اسے الفاظ کا جامہ پہنا کر آنے والی نسل تک پہنچایا۔

آخر میں بندۂ ناچیز ادارے (ضربِ مؤمن) کا بھی مشکور ہے۔ اس نے بہت سے قارئین کی فرمائش کی تکمیل کا اور بکھرے ہوئے کلام کی تدوین کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کتاب کو جملہ معاونین اور شاعر کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین یاربّ العالمین)

بندہ
اثرؔ جونپوری
۴ ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ

بصیرت کی جھلک

محترم اثر جونپوری صاحب ایک عرصہ سے پاکستان کے مقبول ترین مذہبی جریدہ ''ضربِ مؤمن'' میں اشعار لکھ رہے ہیں۔ یہ اشعار ویسے تو ''اخباری ضرورت'' کے تحت لکھے جاتے ہیں لیکن چونکہ شاعر کے پیش نظر محض اخبار کا پیٹ بھرنا نہیں ہے بلکہ حق کا اظہار، باطل کو للکار اور ذہنوں کی تربیت ان کے پیش نظر ہے، اس لیے ان کی شاعری وقتی نوعیت کی نہیں ہے بلکہ اس میں پوشیدہ پیغام دائمی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ جونپوری صاحب کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے اور پھر خود ہی فیصلہ کیجیے کہ ان میں بیان کردہ حقائق اور سچائی لیل ونہار کی تبدیلی سے متاثر ہوسکتی ہے؟ اور کیا انہیں وقتی جوش وجذبے اور ہیجان کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے

دل بندہ مؤمن کا دکھایا نہیں کرتے
کعبے کو مسلمان تو ڈھایا نہیں کرتے
حکمت بھی بصیرت بھی کوئی چیز ہے پیارے
قوت کو فقط کام میں لایا نہیں کرتے
پھولوں کو مسلنا بھی بُری بات ہے لیکن
خاروں کو بھی پاؤں سے دبایا نہیں کرتے

اثر صاحب کا مجموعۂ کلام نالۂ پُر اثر میرے پیش نظر ہے جس کے مطالعہ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کا دل محبت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔ اسلام سے ان کا لگاؤ موروثی نہیں، فکری اور جذباتی ہے۔ ان کے کلام میں ایمان کی حرارت، مجاہد کی جرأت، صاحبِ فن کی ذہانت اور مفکر کی بصیرت جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ وہ کہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثنا کرتے ہیں، کہیں دردِ محبت سے بے قرار دکھائی دیتے ہیں، کہیں عظمت رفتہ کے گیت گاتے ہیں، کہیں خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہیں دجّالی تہذیب کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اصحابِ ذوق ''نالۂ پُر اثر'' سے ضرور متأثر ہوں گے اور ''سعیٔ لاحاصل'' سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کریں گے۔

مولانا محمد اسلم شیخو پوری

محمد اسلم شیخوپوری

10-03-2008

لا الٰہ الّا اللہ

ہے اہلِ حق کی ندا لا الٰہ الّا اللہ
صدائے اہلِ وفا لا الٰہ الّا اللہ

ثبوتِ مسلک توحید، بت سے بیزاری
دلیلِ عشقِ خدا لا الٰہ الّا اللہ

ہے بالیقین بہشتِ بریں کا باشندہ
وہ جس نے دل سے کہا لا الٰہ الّا اللہ

ہوائے کفر و ضلالت کا رُخ کرو تبدیل
جلاؤ حق کا دیا لا الٰہ الّا اللہ

لیا جو خالقِ ارض و سما نے عہدِ الست
تو سب نے مل کے کہا لا الٰہ الّا اللہ

نہ کور چشم کو آئے نظر تو کیا کیجے
ہے ورنہ دل پہ لکھا لا الٰہ الّا اللہ

سماعتوں میں اُتر جائے نغمۂ توحید
صدا یہ گونجے سدا لا الٰہ الاّ اللہ

ہو کفر و شرک یا فسق و نفاق کی علت
ہر اِک مرض کی دوا لا الٰہ الاّ اللہ

یہی ہے آخری خواہش آثرؔ، کہ ہونٹوں پر
رہے بوقتِ قضا لا الٰہ الاّ اللہ

درمدحِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

(آثرؔ جونپوری صاحب نے یہ نظم شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے ایک مشہور شعر کی تضمین کرتے ہوئے لکھی ہے۔)

ہیں یوں تو بے شمار، ریاضت کے راستے
پر مستند وہی ہیں شریعت کے راستے
پہنچیں خدا تلک جو محبت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

عشاق اب بھی کیفِ مسلسل کا جام لیں
گر سنتِ رسول ﷺ کو مضبوط تھام لیں
دینے لگیں صدائیں، سعادت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

مٹ جائیں دارِ فانی کے رنج و الم بھی آج
کرلیں مجاہدہ جو رہِ حق میں ہم بھی آج
کھل جائیں بے شمار ہدایت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

قلب و نظر بچایئے، ڈاڑھی بڑھایئے
ٹخنوں سے اپنے پائنچے اوپر اٹھایئے
خوش کیجیے نبی کو اطاعت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

دی ہے خدائے پاک نے خود اس کی اطلاع
محبوبِ حق بناتی ہے سنت کی اتباع
ملتا ہے مولیٰ، عشقِ رسالت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اپناتے ہیں جو سیرتِ خیر الانام لوگ
کرتے ہیں سنتوں کا جہاں اہتمام لوگ
از خود ہی بند ہوتے ہیں بدعت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

شیطان اور نفس کی راہوں کو چھوڑ دیں
یعنی ہم آج بھی جو گناہوں کو چھوڑ دیں
ہم پر کھلے ہوئے ہیں ولایت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

گر چاہتے ہیں دل میں خدا کو بسایئے
حسنِ بتاں سے اپنی نگاہیں بچایئے
جاتا ہے دل، نظر کی خیانت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

سرشار مومنین ہوں فکرِ مآل سے
روکا مہِ صیام میں کچھ یوں حلال سے
منزل لذیذ تر ہو، مشقت کے راستے
نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

فضیلتِ سنتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جو محبوبِ خدا کی دوستو صورت بناتا ہے
خدا کو بھی پھر اس کی اس ادا پر پیار آتا ہے

جو رخ پر سنت سرکار ﷺ کا سبزہ اُگاتا ہے
تو اس کے صحنِ دل میں باغِ ایماں لہلہاتا ہے

مرے سرکار ﷺ کو ہوگی اذیت ترکِ سنت سے
بھلا عاشق کبھی محبوب کا دل بھی دکھاتا ہے

عمل جب پیش ہوگا کیا کہیں گے سرورِ عالم ﷺ
کہ میرا امتی ہو کر بھی تو ڈاڑھی منڈاتا ہے

اسی کی روح روشن ہے، منور ہے اسی کا دل
کہ جو رخسار کو انوارِ سنت سے سجاتا ہے

گرو نانک کے پیرو سے سبق لے استقامت کا
ہمیں اک مذہبِ باطل بھی آئینہ دکھاتا ہے

بنا لے صاحب روضہ سی صورت اور سیرت بھی
یہ مانا روضۂ اطہر پہ تو ہر سال جاتا ہے
جو عہدِ پُر فتن میں زندہ کردے ایک سنت کو
ثواب اس پر یقیناً سو شہیدوں کا وہ پاتا ہے
زمانے بھر کے عاقل اس کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں
اثرؔ جو خود کو شاہِ دیں ﷺ کا دیوانہ بناتا ہے

دربارِ نبی ﷺ سے

پیغام ہوا نشر ہے دربارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

احکام کی حلّت ہوئی اقرارِ نبی سے
احکام کی حرمت ہوئی انکارِ نبی سے
کُل دین ملا ہے ہمیں دربارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

جو اہلِ اطاعت ہوا، عظمت ہے اسی کی
جو تابعِ سنت ہوا عزت ہے اسی کی
دستور چلا ہے یہی دستارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

کب عشق میں آگے کوئی باتوں سے بڑھا ہے
سرکار کا رُتبہ کہیں نعتوں سے بڑھا ہے
شعراء کو بھی عزت ملی اشعارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

جب خیر الانام آئے تو دم توڑ گیا شر
بس دیکھتے ہی دیکھتے دنیا تھی منور
وہ نور کا دریا بہا کردارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

تم خود ہی کہو، اس میں ہے کیا، تم کو کوئی شک
سرکار کے رُخسار پہ تھی ریشِ مبارک
رخسار ملاؤ ذرا رُخسارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

جب واجبِ تقلید ہیں آقا کے مکارم
پھر شوکتِ اسلام کی تحریک ہے لازم
ملتا ہے سبق آج بھی تلوارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

اُترا نہیں ان جیسا حسیں کوئی زمیں پر
خورشید بھی قربان ہے آقا کی جبیں پر
عالم کہ یہ معمور ہے انوارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

کیں فاتحِ مکہ نے اثر عفو خطائیں
دشمن کے لیے آپ نے مانگی ہیں دُعائیں
تاریخ مجلّٰی ہوئی ایثارِ نبی سے
جو جتنا قریں ہوگیا اطوارِ نبی سے
نزدیک ہوا اتنا ہی دربارِ نبی سے

سنت پر چلو

گر غلامِ شاہِ بطحا ہو تو سنت پر چلو
دعوے دارِ عشقِ مولیٰ ہو تو سنت پر چلو

پیروئ شافعِ محشر ہے سامانِ نجات
گر شفاعت حشر میں چاہو تو سنت پر چلو

شرط ہے محبوب کے نقشِ قدم کی اتباع
رب کا گر محبوب بننا ہو تو سنت پر چلو

نعت گوئی، جلسۂ سیرت، مبارک ہو مگر
واقعی آقا ﷺ کے شیدا ہو تو سنت پر چلو

نارِ دوزخ سے جو بچنا ہو تو بدعت چھوڑ دو
باغِ جنت کی تمنا ہو تو سنت پر چلو

کس قدر آسان ہے اے دوستو راہِ بہشت
جنت الفردوس چلنا ہو تو سنت پر چلو

گلشنِ سرکار کی خوشبو بسالو روح میں
مشک کی صورت مہکنا ہو تو سنت پر چلو

بعد مرنے کے تو پا ہی جاؤ گے خلدِ بریں
جیتے جی جنت اگر چاہو تو سنت پر چلو

دعوے عشقِ رسول ﷺ کے

کرتے نہیں ہیں پیروی آقا ﷺ کی بھول کے
دعوے تو سب ہی کرتے ہیں عشقِ رسول کے

ساز و ادا تو خوب ہے سوزِ دروں نہیں
گلدستہ جیسے ہو بنا خوشبو کے پھول کے

ہنگامہ شور و غل ہے حقیقت نہیں مگر
جیسے کوئی غبارہ ہواؤں سے پھول کے

سنت کا باغ رُخ پہ سجایا نہیں مگر
کہلا رہے ہیں ''خیر سے'' عاشق رسول کے

محبوب کے مذاق سے ہی نابلد ہیں ہم
قابل نہیں ہے عشق ہمارا قبول کے

جو جی میں آئے کرتے ہیں عشّاق آج کل
پابند کب ہیں حُبِّ نبی کے اصول کے

سنت کی شاہراہ تو مثلِ بہشت ہے
بدعت کی وادیوں میں ہیں کانٹے ببول کے

اب چاہیے نبی پہ پڑھیں ہم درودِ پاک
ازخود ہی دور ہوں گے یہ جھگڑے فضول کے

رفعت نبی کی کوئی بیاں کیا کرے آثؔر
صدقے ہے جن کی کہکشاں پیروں کی دھول کے

۞......۞......۞

عازمینِ حرمینِ شریفین کے لیے

اب خوف ہے مرنے کا نہ جینے کی طلب ہے
گر کوئی طلب ہے تو مدینے کی طلب ہے

جو سمتِ رہِ روضۂ اقدس ہو روانہ
اب مجھ کو فقط ایسے سفینے کی طلب ہے

اب تاجِ سلاطینِ زمانہ نہیں بھاتے
خاکِ رہِ طیبہ کے خزینے کی طلب ہے

مجھ ایسا خطاکار ہے مشتاقِ حضوری
پاکیزہ بہت ایک کمینے کی طلب ہے

میخانۂ دنیا کے شرابوں سے اٹھا دل
اب ساقیٔ کونین سے پینے کی طلب ہے

برسوں سے ہوں میں منتظرِ اذنِ حضوری
کیا یہ کوئی دو چار مہینے کی طلب ہے

خوشبوئے حنا اہلِ زمانہ کو مبارک
عشاق کو آقا ﷺ کے پسینے کی طلب ہے

دم نکلے آثر روضۂ اقدس پہ پہنچ کر
کچھ روز فقط اس لیے جینے کی طلب ہے

مسرور ہوں ممدوحِ خدا مدحِ آثر سے
مدحت کے لیے ایسے قرینے کی طلب ہے

تشنگانِ زیارت اور غمِ ہجر کے ماروں کے لیے

زائرِ طیبہ کو یوں حسرت سے تکتا رہ گیا
چل دیے وہ مسکرا کر میں سسکتا رہ گیا

وہ کہ جیتے جی رسائی پا گئے منزل تلک
اور میں راہِ تخیل میں بھٹکتا رہ گیا

روحِ عشاقِ شہِ بطحہ تڑپتی رہ گئی
شعلۂ شوقِ حضوری یوں بھڑکتا رہ گیا

یہ وفورِ عشق کی تقصیر ہے میری نہیں
جانے میں کیا کیا جنوں میں آج بکتا رہ گیا

اوپر اوپر حوصلہ کی برف رکھی تھی مگر
اندر اندر لاوائے مہجوری پکتا رہ گیا

باطناً سوزِ دروں کا ہے اثر آہ و فغاں
ظاہراً تو باغ میں بلبل چہکتا رہ گیا

باوجودِ کوششِ ضبطِ غمِ ہجراں اثرؔ
آپ کی آنکھوں کا پیمانہ چھلکتا رہ گیا

گوارہ کر نہیں سکتا

شہِ جن و بشر پر شر، گوارا کر نہیں سکتا
کہ حملہ ذاتِ عالی پر گوارا کر نہیں سکتا

گو اپنی ذات پر تو ہر ستم سہ جائے گا مسلم
مگر تنقید آقا ﷺ پر گوارا کر نہیں سکتا

چبھے سرکار کے پیروں میں گر کانٹا بھی تو مومن
سلامت رکھے اپنا سر، گوارا کر نہیں سکتا

دلِ نقادِ آقا ﷺ کی شقاوت، قابلِ ماتم
کہ ایسی بات تو پتھر گوارا کر نہیں سکتا

رہے گو زیرِ خنجر سر مرا، تسلیم ہے لیکن
عقیدت پر چلے نشتر ،گوارا کر نہیں سکتا

نشانہ رطب و یابس کا بنائے شاہِ بطحا کو
وہی جو خود پہ خشک و تر گوارا کر نہیں سکتا

خود اپنی موت کو روباہِ بزدل نے پکارا ہے
کہ یہ للکار، شیرِ نر گوارا کر نہیں سکتا

میں اپنی جاں لٹا سکتا ہوں ناموسِ رسالت پر
مگر گستاخیٔ سرور، گوارا کر نہیں سکتا

امام الانبیاء کی شانِ اقدس میں یہ بے باکی
صحافت اس قدر خود سر گوارا کر نہیں سکتا

آثر میں جسمِ خاکی کو تو کر سکتا ہوں زیرِ خاک
مگر گردِ رُخِ انور گوارا کر نہیں سکتا

مت کرو مجبور ہم کو......

تُف ہے اہلِ دہر اس آزادیٔ اظہار پر
بدعمل کیچڑ اُچھالے سیدِ ابرار پر
اب خدائی فیصلے کے منتظر ہیں اہلِ حق
حملہ آور پیروئے ابلیس ہے سرکار پر
فرض ہے فی الفور امراضِ اہانت کا علاج
قرض ہے یہ اِک، غلامانِ شہِ ابرار پر
ہستیٔ پرُنور کی توہین پر خوں روئے گا
پیش ہوگا شاتمِ ختم الرسل جب نار پر
کر رہے ہیں ہم زباں پر اور قلم پر اکتفا
مت کرو مجبور ہم کو زور پر تلوار پر
پھر مقابل اہلِ حق کے، ملتِ واحد ہے کفر
ہے جبھی چشمِ عنایت موت کے حق دار پر

احتجاجِ عالمِ اسلام ہے فطری عمل
شیر نر بپھرے نہ کیوں، روباہ کی للکار پر

حالِ ہمدردانِ ملت ماورائے فہم ہے
تند خو اپنوں کے حق میں، رحم دل اغیار پر

میرے بازو، میرا سر، جب تک سلامت ہے اثرؔ
کوئی کیوں اُنگلی اُٹھائے گا مرے سرکار پر

اے کاش! کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

گر عالمِ فانی کے پرستار نہ ہوتے
اور عارضی لذت کے طلب گار نہ ہوتے
سردارِ جہاں ہوتے سرِ دار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

خود اپنی ہی حالت پہ مسلمان نہ روتا
کافر سے جہاد آج اگر ترک نہ ہوتا
آپس میں کبھی برسرِ پیکار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

تحقیر کیا، تنقید کی ہمت نہیں ہوتی
اغیار کو تضحیک کی جرأت نہیں ہوتی
اپنے ہی اگر دین سے بیزار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

اک ذرہ، حرارت اگر ایمان میں ہوتی
اور زندگی کی لہر مسلمان میں ہوتی
آج اتنے جری کافرِ مردار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

افکار میں، کردار میں بھی ہوتی بلندی
کفار میں ہوتی اگر انصاف پسندی
گستاخِ نبی کے وہ طرف دار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

اسلام کے فرزند اگر ہوتے مہم جُو
لاتے وہ اثر کام میں گر قوتِ بازو
محفوظ کبھی شاتمِ سرکار نہ ہوتے
اے کاش کہ ہم ''وھن'' کے بیمار نہ ہوتے

درالفتِ ماہِ صیام

رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

زمیں پر رحمتیں پھر آسماں برسانے والا ہے
پھر اپنے گلستاں کو باغباں مہکانے والا ہے
اندھیرے چھٹنے والے ہیں اُجالا چھانے والا ہے
جہاں میں پرچمِ صدق و صفا لہرانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

جو بداعمال ہیں وہ بھی بھلے اعمال کرتے ہیں
درست اس آئینے میں اپنے خدوخال کرتے ہیں
مسلمانانِ عالم جس کا استقبال کرتے ہیں
وہ مہمانِ مکرم جلوہ پھر دکھلانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

کریں ہم فکرِ عقبیٰ، باز اب آجائیں غفلت سے
خدا کے راستے میں کام لیں جرأت سے ہمت سے
سو اعمالِ گزشتہ پر کریں توبہ ندامت سے
گنہگاروں کی، مولیٰ مغفرت فرمانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

بری عادات کو چھوڑیں، برے اطوار کو چھوڑیں
کریں سنت کو زندہ، فیشنِ اغیار کو چھوڑیں
کہ غیبت، جھوٹ، چغلی، ٹی وی، وی سی آر کو چھوڑیں
معاصی کی عمارت کو بعجلت ڈھانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

جو ہیں تجار وہ ایمان والوں کو رعایت دیں
جو ان کے بس میں ہو وہ اہلِ عسرت کو مسرت دیں
کہ اب اشیائے خورد و نوش کو ارزاں نہایت دیں
یہاں کا بُونے والا، آخرت میں پانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

اثر صبح و مسا ذکر و تلاوت خوب فرمائیں
تنافس حق تعالیٰ کو اُمورِ دیں میں دکھلائیں
اب آزادی سے احکامِ خداوندی بجا لائیں
کہ اب تو قید میں انسان کو بہکانے والا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے

ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

جو امرِ حق ہے حکم شریعت ہے دوستو
ہم پر خدائے پاک کی نعمت ہے دوستو
اس کا کرم ہے اس کی عنایت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

رحمت تمام ماہ برستی ہے بے حساب
اعمال کا جو ملتا ہے ستر گنا ثواب
محبوبِ مہربان کی شفقت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

آئے نہ ذکر کس لیے محبوب ہی کا راس
عشاق کی جو عشق میں اڑجائے بھوک پیاس
یہ عاشقی کی خاص علامت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

اغیار کے خیال کو دل سے ہٹا کے اب
مشغولیٔ حیات سے دامن بچا کے اب
مومن کہ وقفِ ذکر و تلاوت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

مجبور ان کو کرتا ہے محبوب کا جمال
محبوب پر لٹاتے ہیں عشاق اپنا مال
صدقہ زکوٰۃ باعثِ اُلفت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

قربان کردے جو بھی یہاں اپنی راحتیں
پائے وہاں ہمیشہ ہمیشہ کی لذتیں
بس صرف چند دن کی مشقت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

جنت کو خوشبوؤں سے بسائیں ملائکہ
صائم کے لیے اس کو سجائیں ملائکہ
کیا اہتمامِ اہلِ سعادت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

رضوان بابِ خلد کیے وا ہیں بے قرار
حوریں بھی روزہ دار کا کرتی ہیں انتظار
کیا خوب صائمین کی قسمت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

وہ شب کہ ہے ہزار مہینوں سے فوق تر
وہ بھی تو اسی ماہ میں ہوتی ہے جلوہ گر
اب لوٹ لیں کہ وقت غنیمت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

صائم کے منہ سے بُو جو نکلتی ہے میرے یار
افضل ہے بوئے مشک سے وہ نزدِ کردگار
اس بندہ پروری پہ تو حیرت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

بابِ بہشت کھول دیے جاتے ہیں جناب
سرکش شیاطیں بند کیے جاتے ہیں جناب
کمزوروں کی خصوصی اعانت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

انعام روزہ دار کو کیا کیا دیا گیا
اس کی جزا میں خود ہوں یہ فرمادیا گیا
اب اس سے بڑھ کے بھی کوئی نعمت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

ہر گز نہ ضائع قیمتی اوقات کیجیے
اب خود کو صرف پیکرِ طاعات کیجیے
کھونا سنہری موقع، حماقت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

حاصل مہِ صیام کی برکات کیجیے
دل کھول کر جو صدقہ و خیرات کیجیے
نزدیک تر وہ منزلِ جنت ہے دوستو
ماہِ صیام ماہِ محبت ہے دوستو

ماہِ رمضان

برکت کا سرچشمہ بھی ہے، رحمت کا فیضان بھی ہے
ماہِ نزول قرآں ہے یہ، یہ ماہِ رمضان بھی ہے
جس کے دل میں ایماں بھی ہے، سینے میں قرآن بھی ہے
سچ پوچھو تو رشک کے قابل ایسا عظیم انسان بھی ہے
جس کے دل میں قرآں کا کچھ حصہ بھی محفوظ نہیں
ازروئے ارشادِ آقا ﷺ ایسا دل ویران بھی ہے
یاد تو کر کے کوئی دکھادے چھوٹی سی بھی ایک کتاب
آسانی سے حفظ کا ہونا، اعجازِ قرآن بھی ہے
اس جیسی اک آیت بھی، سب مل کے بنا کر لے آئیں
قرآں کا چیلنج بھی ہے، یہ قرآں کا اعلان بھی ہے
جس کے اک اک حرف پہ دس دس نیکی ملتی ہے ہم کو
کیا کہیے وہ کتنا عالی رتبہ، عالی شان بھی ہے

شعر لطیفے، قصے، کہانی، تجھ کو ازبر ہیں لیکن
یہ بھی بتادے حفظ تجھے کچھ مولا کا قرآن بھی ہے

طاعت کر کے رب کو منا لے، توبہ میں اب دیر نہ کر
جنت کے دروازے کھلے ہیں، بخشش کا سامان بھی ہے

امی لقب کے لب پر آنا ایسے کلامِ معجز کا
اہلِ لیاقت اہلِ خرد کی عقل آثر حیران بھی ہے

کمالو میری جاں کمانے کے دن ہیں

(ماہِ صیام کے موقع پر)

نہ غفلت میں ہر گز گنوانے کے دن ہیں
نہ لہو و لعب میں بِتانے کے دن ہیں
گناہوں کو اپنے مٹانے کے دن ہیں
کہ یہ نیکیوں کے بڑھانے کے دن ہیں
کمالو مری جاں کمانے کے دن ہیں

نہ ناول نہ اخبار میں وقت گزرے
نہ ہی فحش اشعار میں وقت گزرے
فقط ذکر و اذکار میں وقت گزرے
یہ قرآن سننے سنانے کے دن ہیں
کمالو مری جاں کمانے کے دن ہیں

نہ خود اپنی محنت اکارت کرو تم
نگاہوں کی ہر پل حفاظت کرو تم
نہ غیبت سنو، تم نہ غیبت کرو تم
گناہوں سے خود کو بچانے کے دن ہیں
کما لو مری جاں کمانے کے دن ہیں

نہ ہو منہدم اب کے دیوارِ تقویٰ
کرو جمع اس درجہ انوارِ تقویٰ
کہ قائم کرو ایک معیار تقویٰ
کہ تاجِ ولایت کے پانے کے دن ہیں
کما لو مری جاں کمانے کے دن ہیں

چڑھیں اس طرح قربِ مولیٰ کے زینے
نہیں خوں گرا تو بہائیں پسینے
کمائی ہے دنیا گیارہ مہینے
محل خلد میں اب بنانے کے دن ہیں
کما لو مری جاں کمانے کے دن ہیں

بس اب خواہشِ نفس کے بت گراؤ
زمانے کو ہر گز نہ خاطر میں لاؤ
کہ اب نورِ سنت سے خود کو سجاؤ
شہِ دیں ﷺ سا چہرہ بنانے کے دن ہیں
کما لو مری جاں کمانے کے دن ہیں

غریب اور مسکین کے کام آنا
فقیروں یتیموں کو کھانا کھلانا
زکوٰۃ اور فطرے کا کرکے بہانہ
غریبوں میں دولت لٹانے کے دن ہیں
کمالو مری جاں کمانے کے دن ہیں

شب و روز کو ذکرِ حق سے سجائیں
سحر اور افطار میں ہوں دعائیں
سو دربارِ مولیٰ میں ہم گڑگڑائیں
کہ روٹھے خدا کو منانے کے دن ہیں
کمالو مری جاں کمانے کے دن ہیں

ماہِ صیام میں

پُرکیف صبح و شام ہے ماہِ صیام میں
رحمت خدا کی عام ہے ماہِ صیام میں

ایمان والو! ہم نے کیے روزے تم پہ فرض
اللہ کا پیام ہے ماہِ صیام میں

انسان اس لیے ہے عبادات میں مگن
ابلیس زیرِ دام ہے ماہِ صیام میں

گالی گلوچ، ترش مزاجی سے احتیاط
بدگو بھی خوش کلام ہے ماہِ صیام میں

کھلتا ہے روزِ عید ہی سے بابِ معصیت
تقویٰ کا اہتمام ہے ماہِ صیام میں

نذرِ معاصی گرچہ ہوئے ہیں گیارہ ماہ
سجدہ ہے اور قیام ہے ماہِ صیام میں

سرکش شیاطیں اس میں مقید ہیں اس لیے
نفس لعیں بھی رام ہے ماہِ صیام میں

اوّل صفوں کا پانا مساجد میں ہے محال
اس درجہ اژدھام ہے ماہِ صیام میں

اپنا تمام سال ہو رشکِ مہِ صیام
اپنا یہی پیام ہے ماہِ صیام میں

پڑھتے ہیں اس لیے بھی نمازیں کہ آخرش
روزے کا احترام ہے ماہِ صیام میں

کیونکر تمام سال رہے بندۂ خدا
جو نفس کا غلام ہے ماہِ صیام میں

بعضے تو روزے میں بھی رہیں روز جیسے ہی
دنیا کمانا کام ہے ماہِ صیام میں

ابلیس نے تو بیڑیاں پہنیں مگر اثرؔ
مہنگائی بے لگام ہے ماہِ صیام میں

رمضان المبارک اور اہتمامِ تقویٰ

جاں فقط اب جانِ جاناں پر نثار واری کریں
جامِ تقویٰ پی کے حاصل خوب سرشاری کریں

نورِ تقویٰ ہے یقیناً نارِ شہوت کا علاج
''نار'' سے نظریں ملاکر خود کو مت ناری کریں

کاروبارِ دارِ فانی کو کریں محدود اب
خود کو بس بازارِ عقبٰی کا بیوپاری کریں

جو زمیں پر ہی نہیں زیرِ زمیں بھی آئے کام
عقل والے ہیں تو ایسے دوست سے یاری کریں

اجر دیتا ہے کوئی انسان نیکی کا بھلا
کس لیے طاعات میں شامل ریا کاری کریں

دشمنِ ایمان، شیطاں ہے گرفتار ان دنوں
نفسِ امارہ کی بستی پر بھی بمباری کریں

دوستون یاروں میں شب بھر جاگنا مشکل نہیں
وصلِ مولیٰ کے لیے بھی آپ بیداری کریں

عشقِ محبوبِ حقیقی میں گنوا دیں عقلِ خام
مال و زر فکر و نظر کیا، جان و دل داری کریں

ان کے روزوں کی فضیلت کا ہے پھر کیا پوچھنا
ساتھ مسکینوں غریبوں کے جو افطاری کریں

ماہِ رمضان المبارک کی آمد پر

کوئی اس ماہ میں تقویٰ سے باطن کو سجاتا ہے
زباں کو جھوٹ، چغلی اور غیبت سے بچاتا ہے
نگاہوں پر حدود اللہ کے پہرے بٹھاتا ہے
اور اپنے دل میں محبوبِ حقیقی کو بساتا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے
خوشی سے وہ خدا کے راستے کا غم اُٹھاتا ہے
کہ مونچھوں کو کترواتا ہے، ڈاڑھی کو بڑھاتا ہے
اور اپنے پائنچے کو ٹخنے سے اوپر اُٹھاتا ہے
کلام اللہ کو دن رات سنتا ہے سناتا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے

کوئی تو حبِ دنیا میں نمازوں تک سے جاتا ہے
کہ جاکر عید بازاروں میں وہ ٹھیّہ لگاتا ہے
سنہری موقعۂ تحصیلِ جنت کو گنواتا ہے
حقیقت میں وہ اپنے آپ ہی پر ظلم ڈھاتا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے
کوئی تو اس مبارک ماہ میں پیتا ہے کھاتا ہے
خدا کو منہ دکھانا ہے وہ یکسر بھول جاتا ہے
کہ کھاتا تو ہے رحماں کی مگر شیطاں کی گاتا ہے
نہیں جس کا تدارک ہو خسارہ وہ اُٹھاتا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے
جو تاجر ہے وہ اپنے مال کی قیمت بڑھاتا ہے
منافع سال بھر کا اک مہینے میں کماتا ہے
کہ بیجا فائدہ مجبور گاہک سے اُٹھاتا ہے
کسی کا دل جلا کر عیش کی شمعیں جلاتا ہے
رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے

ہمیں توفیق دے یا رب تُو عقبیٰ کے سجانے کی
بجائے دارِفانی آخرت کا گھر بنانے کی
اور ہم سے دور کر حرص و ہوس دنیا کمانے کی
کریں تیاریاں ہم جنت الفردوس جانے کی

رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے

غنیمت جان لیں رمضان کی ساعات کو ہم سب
نہ غفلت میں گنوائیں قیمتی اوقات کو ہم سب
شعار اپنا بنائیں ذکر کو طاعات کو ہم سب
بدل دیں متحد ہوکر آثر حالات کو ہم سب

رمضان المبارک کا مہینہ جب بھی آتا ہے
کوئی دنیا کماتا ہے کوئی عقبیٰ کماتا ہے

استقبالِ ماہِ صیام

آپ اہلِ عقل ہیں تو اتنی ہشیاری کریں
ماہِ رمضاں کے لیے پہلے سے تیاری کریں

جبکہ آجائیں سبھی سرکش۔ شیاطیں قید میں
نفس دشمن کے لیے بھی کوئی حد جاری کریں

دارِ فانی کی جفاؤں سے کریں حاصل سبق
صرف محبوبِ حقیقی سے وفاداری کریں

بدزبانی حالتِ روزہ میں ہے قطعاً حرام
بھول سے بھی اس مہینے میں نہ منہ ماری کریں

بدنگاہی زہرِ قاتل، روزہ داروں کے لیے
اپنی آنکھوں سے نہ ہرگز اب غلط کاری کریں

ناول و اخبار سے یکسر کریں صرفِ نظر
خود کو رمضاں میں فقط قرآن کا قاری کریں

جمع کر رکھا ہے کیا کچھ دنیوی اسباب کو
کچھ تو اب سامانِ عقبیٰ کی خریداری کریں

کچھ بیوپاری تو اس درجہ شقی ہیں دوستو
اس مبارک ماہ میں بھی چور بازاری کریں

ترکِ سنت ہی کے باعث ہم سرِ دار آج ہیں
سنتِ آقا کو زندہ کرکے سرداری کریں

ان کے دل سے جب دُعا نکلے گی، بن جائیں گے کام
آپ مسکینوں، غریبوں کی جو غم خواری کریں

جو براہِ راست پہنچے عرشِ اعظم پر اثر
یوں شبِ آخر میں اُٹھ کر گریہ و زاری کریں

مہِ صیام

معلوم ہے کچھ آپ کو کیا ہے مہِ صیام
ہم مومنوں پہ فضل خدا ہے مہِ صیام

خوگر بنا رہے ہیں وہ تسلیم کا ہمیں
دراصل مشقِ صبر و رضا ہے مہِ صیام

کرتے ہیں بھوک پیاس کو برداشت کون لوگ
اِک امتحانِ عشق و وفا ہے مہِ صیام

جس سے علاج نفس کا ہوتا ہے بہتریں
امراضِ روح کی وہ دوا ہے مہِ صیام

جو اہلِ بطن ہیں، انہیں روزہ گراں سہی
جو اہل دل ہیں، ان کی غذا ہے مہِ صیام

جن کا کہ بابِ عشق سے کچھ واسطہ نہیں
وہ یہ سمجھ رہے ہیں، سزا ہے مہِ صیام

نوعِ بشر پہ ابرِ کرم کا نزول ہے
صحنِ چمن میں بادِ صبا ہے مہِ صیام

بخشش، عطا، قبول، کرم، عفو و درگزر
ہم عاصیوں کے حق میں ردا ہے مہِ صیام

مسکین اور غریب بھی خوشحال ہوگئے
گویا بہارِ جود و سخا ہے مہِ صیام

افطار و سحر، ذکر و تلاوت، دعا و درود
ہر ہر نفس مزہ ہی مزہ ہے مہِ صیام

مقصودِ ماہِ صیام

معمول مؤمنین کے اب صبح و شام کا
ذکر و تلاوت اور سجود و قیام کا

پیاسا ہے روزہ دار بظاہر مگر جناب
پیتا ہے خم وہ قربِ الٰہی کے جام کا

تازیست اجتناب ہو ہر ہر گناہ سے
مقصود اصل میں ہے یہ ماہِ صیام کا

اے کاش! اس مہینے کی مانند پورے سال
ہم کو رہے خیال، حلال و حرام کا

ماہِ صیام میں بھی نہ چھوڑے جو گندے کام
ہے صاف بات ایسا مسلماں ہے نام کا

ہوتا ہے اعتکاف میں مسجد میں جو مقیم
ادراک کب کسی کو ہے اس کے مقام کا

گزرے نہ معصیت میں کوئی لمحۂ حیات
حاصل یہی ہے دوست آثرؔ کے کلام کا

مؤمن کی پہچان

وا ہیں دکانِ رحمت کے در، بخشش کا سامان بھی ہے
رمضاں کا یہ عشرۂ آخر اِتــقُ مــن نیــران بھی ہے

دنیا میں بھی روزے دار کے منہ کی بو ہے رشکِ مشک
روزے دار کہ روزِ محشر مولیٰ کا مہمان بھی ہے

قدمینِ رحمٰن پہ بندہ یہ سر رکھ کر کہتا ہے
پاک ہے میرا پالنے والا مولیٰ عالی شان بھی ہے

ٹی وی، وی سی آر کو چھوڑ اب، ہو جا طاعت میں مشغول
آزادی سے حسنِ عمل کر، قید میں اب شیطان بھی ہے

مسلم کا مفہوم تو ہے، تسلیمِ سر کرنے والا
بات یہ کتنی حیرت کی ہے، مسلم، نافرمان بھی ہے

اس اُمت کو غیروں سے کچھ مانگنے کی ہے حاجت کیا
جس اُمت کے پاس خدا کا دستورِ قرآن بھی ہے

یارب تو ہی دوہرے پن سے میرے وطن کو کر محفوظ
دل میں عداوت، لیکن لب پر جیوے پاکستان بھی ہے
تو ہی اسے محفوظ بنادے، کابل اور بغداد کے بعد
اب چشمِ طاغوت میں کانٹا پیارا پاکستان بھی ہے
ٹائی، کوٹ اور پینٹ علامت جیسے اَثر ہے غیروں کی
ڈاڑھی، ٹوپی اور عمامہ مومن کی پہچان بھی ہے

شبِ قدر

محاسن سے دامن کو بھر لیجیے
شب قدر کی قدر کرلیجیے

ہوں اب ذکر و طاعات لیل و نہار
سو یہ کیف شام و سحر لیجیے

زکوٰۃ اور خیرات کا فلسفہ
اِدھر دیجیے اور اُدھر لیجیے

چلے جایئے محفلِ ذکر میں
سو جنت کے باغوں میں چر لیجیے

فقط اپنے قالب کی تزئین کیوں
ذرا قلب کی بھی خبر لیجیے

یہ سنت کا پرچم ہے کیوں سرنگوں
سو ڈاڑھی کو ایک مشت کرلیجیے

اگر مانگیے صرف قلب رقیق
اگر لیجیے چشم تر لیجیے

اثر آپ اس درجہ بے حس ہیں کیوں
نصیحت کا کچھ تو اثر لیجیے

اصلاحی اشعار

عاشق صادق کون؟

مونچھوں کو بڑھایا کرتے ہیں ڈاڑھی کو کٹایا کرتے ہین
یوں عشق کے دعوے دار نبی کے دل کو دُکھایا کرتے ہین

پتلون بھی ٹخنے سے نیچے اور سر پر انگریزی کٹ بال
وہ سیرتِ نبوی پر لیکن لیکچر بھی سنایا کرتے ہیں

اغیار کی جیسی صورت ہے کفار کی جیسی خصلت ہے
معلوم نہیں دل میں کیا ہے باتیں تو بنایا کرتے ہیں

ٹوپی کا پہننا سنت ہے ٹخنے کا ڈھکنا سخت گناہ
وہ سر کو کھولا کرتے ہیں ٹخنوں کو چھپایا کرتے ہیں

غصے کا مرض کچھ ایسا ہے کردیتا ہے پاگل ان کو
لیکن وہ حدیث لاتغضب ہر اک کو سنایا کرتے ہیں

مطلب ہی نہیں روزوں سے، غافل ہیں نمازوں سے لیکن
حمدیں بھی لکھا کرتے ہیں نعتیں بھی سنایا کرتے ہیں

ہے ناز انہیں محبوبِ خدا کی الفت اور محبت پر
دشمن کو میرے دوست مگر پہلو میں بٹھایا کرتے ہیں

چپکے سے درود پاک اگر پڑھ لیں تو کیا مقبول نہیں
پھر شب بھر کیونکر مائیک پر لوگوں کو جگایا کرتے ہیں

یہ بات الگ اقوال میں اور افعال میں کوئی ربط نہیں
جلسے تو کرایا کرتے ہیں نعرے تو لگایا کرتے ہیں

کرتے ہیں فقط تقریر نہیں مقصود انہیں تشہیر نہیں
جو عاشقِ صادقِ آقا ﷺ ہیں وہ خون بہایا کرتے ہیں

راہِ طریقت

یقیناً ترا دوست رحمٰن ہوگا
تو گر دُشمنِ نفس و شیطان ہوگا

سفر راہِ عقبٰی کا آسان ہوگا
اگر مختصر ساز و سامان ہوگا

وہ کیا حسنِ ظاہر کو خاطر میں لائے
اثرؔ غیب پر جس کا ایمان ہوگا

پری چہروں کے چکروں میں پھرا گر
تو سن لے بہت ہی پریشان ہوگا

اگر جیت لے نفس و شیطاں سے کشتی
ترے ہاتھ تقویٰ کا میدان ہوگا

تہی دست دنیا سے گر جائے گا تُو
تو عقبٰی میں بے حد پشیمان ہوگا

شہنشاہ جس دل میں تشریف لائے
بلا تاج و کرسی کے سلطان ہوگا

خدا کو جو ڈھونڈے گا چشمِ خرد سے
تو کچھ بھی نہ پائے گا حیران ہوگا

سو خود آپ مر جائے گا کفرِ کافر
مسلمان جس دن مسلمان ہوگا

جو راہِ طریقت کو اپنائے گا تُو
تو چلنا شریعت پہ آسان ہوگا

ملے گا یقیناً وہ جانِ تمنا
شکستہ جونہی دل کا ارمان ہوگا

جو راہِ شریعت سے بھٹکی ذرا بھی
طریقت کی گاڑی کا چالان ہوگا

اثرؔ گر یونہی شعر کہتے رہے تم
بہت جلد اک اور دیوان ہوگا

بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

ہوتی ہے ہر برائی مبدل بھلائی سے
کرتے ہیں اجتناب نمازی لڑائی سے
ہوتے ہیں مومنین سبھی بھائی بھائی سے
آپس میں خوب شیر و شکر آشنائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

خود فائدہ نماز کا دیکھا کریں گے آپ
ہم کتنے ناسپاس ہیں سوچا کریں گے آپ
دل سے ہر اک گناہ سے توبہ کریں گے آپ
ہوگا نہ ارتکابِ معاصی ڈھٹائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

محفوظ ہوگی آتشِ دوزخ سے جان بھی
آنکھیں رکیں گی فحش سے، گانوں سے کان بھی
از خود ہی احتراز کرے گی زبان بھی
چغلی سے غیبتوں سے لگائی بجھائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

پائیں گے جب نماز میں ہی قلب کا سرور
عصیاں میں دل کو موت نظر آئے گی ضرور
پھر آپ اپنے آپ کو رکھیں گے دور دور
ٹی وی سے وی سی آر سے ہر بے حیائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

ذاتِ خدائے پاک جب اپنا بنائے گی
دنیائے بے ثبات سے دل کو اُٹھائے گی
پھر رفتہ رفتہ خود ہی کراہت سی آئے گی
ڈاکے سے لوٹ مار سے جھگڑے لڑائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

شیطان اور نفس کے خادم نہ ہوں گے آپ
جذباتی فیصلوں پہ بھی نادم نہ ہوں گے آپ
غصے کے باوجود بھی ظالم نہ ہوں گے آپ
بیوی کی اور بچوں کی بے جا پٹائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

دربارِ ایزدی میں جو سر کو جھکائیں گے
پھر پیٹ میں حرام کے لقمے نہ جائیں گے
رشوت نہ لیں گے سود بھی ہرگز نہ کھائیں گے
توبہ کریں گے شبہ و شک کی کمائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

بیوی نہ اپنے جیٹھ سے باتیں بنائے گی
بہنوئی کو نہ سالی کبھی منہ دکھائے گی
پھر میری ماؤں بہنوں کو بھی شرم آئے گی
نامحرموں کے سامنے جلوہ نمائی سے
بیشک نماز روکتی ہے ہر برائی سے

قرآن وہ کتاب ہے

جو فکر کا چراغ ہے، جو علم کا نصاب ہے
جو تیرگیٔ جہل میں مثالِ آفتاب ہے
قرآن کا نظام ہی جہاں میں کامیاب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

سمجھ کے گر کوئی پڑھے تو نورٌ علیٰ نور ہے
بلا سمجھ کے بھی پڑھے تو باعثِ سرور ہے
کلام پاک سربسر، ثواب ہی ثواب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

کلامِ ربِّ دوجہاں سے اپنے منہ کو موڑنا
شعارِ دین چھوڑنا، خدا کا حکم توڑنا
بہت بڑا گناہ ہے، جو باعثِ عذاب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

ہے کس میں تاب اس کتاب سی کتاب لا سکے
ہے کس میں دم کہ ایک آیت ایسی جو بنا سکے
فصاحتِ عرب بھی اس کے آگے لاجواب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

کہیں پہ سورۂ قلم کی کی نکہتیں ہیں جلوہ گر
کہیں پہ ''طور و نور'' ہیں کہیں پہ ''شمس'' اور ''قمر''
یہ رشکِ آفتاب ہے، یہ رشکِ ماہتاب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

یہ وہ کتاب ہے کہ جیسے بادبانِ نوح ہو
کوئی مریض قلب ہو کوئی مریضِ روح ہو
علاجِ شافی ہر مرض کا اس میں دستیاب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

نہیں ہے یہ کتاب آثر قسم اُٹھانے کے لیے
نہیں ہے یہ کتاب طاق میں سجانے کے لیے
ناقدریٔ کلامِ پاک، اک سیاہ باب ہے
قرآن وہ کتاب ہے جو درسِ انقلاب ہے

میرے محبوب کو محبوب ہے محبوب کی صورت

بناؤں کس لئے پھر میں بھلا مغضوب کی صورت
مرے محبوب کو محبوب ہے محبوب ﷺ کی صورت

رخِ نازک پہ لگتی ہے اثر جب استرے کی ضرب
دکھائی دیتا ہے گویا کسی مضروب کی صورت

کہاں پھر انتساب آخر مناسب ہے نبی ﷺ کے ساتھ
اگر نسبت نہیں رکھتی کسی منسوب کی صورت

کسی کو آخرت کا غم کسی کو ڈر ہے دنیا کا
کسی پر دین غالب ہے کوئی مغلوب کی صورت

مخالف شکل کیوں ہے باوجودِ دعوائے اُلفت
پسند آئی نہیں کیا آپ کو محبوب کی صورت

مرے سرکار ﷺ کی سنت مکرم ہے منور ہے
سمجھتے ہیں اسے پھر آپ کیوں معیوب کی صورت

لباس اغیار، کا صورت عدو کی، طور دشمن کے
ذرا دیکھے تو کوئی مسلمِ مرعوب کی صورت

خدا کے دین کو خود پر اگر غالب نہیں رکھا
تو پھر رہنا پڑے گا دہر میں مغلوب کی صورت

خس و خاشاکِ دربار نبی ﷺ سے دوستی رہتی
پڑا رہتا میں روضے میں کسی جاروب کی صورت

مرے مرشد نے جب زندہ کیا ہے تھانوی مسلک
تو اس نا اہل سے بھی کام لے مجذوب کی صورت

دلِ حساس میں جذبات کا برپا تلاطم تھا
اثرؔ نے آپ تک پہنچا دیا مکتوب کی صورت

مرے حضور ﷺ کی سنت کو پائمال نہ کر

ترقیات کو خود مائلِ زوال نہ کر
خدا کے غیر کے آگے کبھی سوال نہ کر

نبیؐ پاک کی سنت میں کتنی راحت ہے
کھرچ کھرچ کے تو مجروح اپنے گال نہ کر

تجھے عزیز بنادے گا رب العزت خود
شعارِ دین میں ذلت کا احتمال نہ کر

خدا کے پیاروں کی صورت میں ڈھال لے خود کو
خدا کے غیر کی مانند چال ڈھال نہ کر

نہ اپنی ریش کو ہر صبح نالیوں میں بہا
مرے حضور ﷺ کی سنت کو پائمال نہ کر

حصولِ دولتِ دنیا میں بھی قناعت ہو
فقط تو دین کے کاموں میں اعتدال نہ کر

متاعِ زیست برائے حصولِ جنت ہے
متاعِ زیست کو اپنے لئے وبال نہ کر

خدائے پاک کی طاعت میں بھی ہنر دکھلا
بس ایک مال کمانے میں ہی کمال نہ کر

حجاج کرام سے خطاب

کسی اللہ والے سے تعلق جب نہیں ہوتا
تو کعبے میں بھی بندہ آشنائے رب نہیں ہوتا

وہ بیت الرب کے چکرتو لگاتا ہے مگر ہمدم
بوجہِ فسق رب البیت کا اقرب نہیں ہوتا

وہ صالح بن نہیں سکتا کبھی الحاج ہو کر بھی
جسے اصلاح سے اپنی کوئی مطلب نہیں ہوتا

جو رویا ملتزم پر تھا وہ ہنستا ہے گناہوں میں
جو حاجی بن کے آیا ہے ولی کیوں اب نہیں ہوتا

وہاں شیطان کو مارا یہاں ابلیس کو ماریں
جہادِ نفس دنیا میں کہاں اور کب نہیں ہوتا

عرب میں متقی تھا جب عجم میں کیا ہوا ہے اب
جگہ ہے کوئی ایسی بھی جہاں پر رب نہیں ہوتا

امیدِ مغفرت پر جرأتِ عصیاں حماقت ہے
شریف النفس بندوں کا تو یہ مشرب نہیں ہوتا

کریں خود نیکیاں اور دوسروں کو بھی بنائیں نیک
جو اوروں کو پلاتا ہے وہ تشنہ لب نہیں ہوتا

زیارت اپنے گھر کی اب آثرؔ کو بھی عطا کردے
کروں کیا مجھ سے جب برداشت ہی یارب نہیں ہوتا

روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے؟

ایماں کی حلاوت کا مزہ کیوں نہیں لیتے
سڑکوں پہ نگاہوں کو جھکا کیوں نہیں لیتے

کوے تو نہیں ہو کہ ہو مرغوب غلاظت
تم ہنس ہو موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

کرتے ہو معاصی کے مرض کو نظر انداز
روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے

ہر بے کس و مجبور کی کرتے ہو خوشامد
اک صاحبِ قدرت کو منا کیوں نہیں لیتے

سرکار کی صورت سے اگر پیار ہے تم کو
رخسار پہ سنت کو سجا کیوں نہیں لیتے

کیوں مسٹر و ملا کے ہو مابین مرے دوست
ڈاڑھی کو تم اک مشت بڑھا کیوں نہیں لیتے

کہتے ہو مرض کبر کا جب تم میں نہیں پھر
شلوار کو ٹخنے سے اٹھا کیوں نہیں لیتے

کب تک تم اُٹھاؤ گے یہ غیرت کا جنازہ
ٹی وی کا جنازہ ہی اُٹھا کیوں نہیں لیتے

ہیں داغ جو عصیاں کے آثر دامنِ دل پر
اشکوں کے سمندر میں نہا کیوں نہیں لیتے

مقصدِ زندگی

ہاتھوں میں ہے علم جب آقا ﷺ کی پیروی کا
پھر کیوں شکار ہوں ہم احساسِ کمتری کا

نکلے گا خود جنازہ بدعت کی تیرگی کا
کردو چراغ روشن سنت کی روشنی کا

گر میرے برگزیدہ تم بننا چاہتے ہو
ہے بہتریں نمونہ اسوہ مرے نبی ﷺ کا

ہے اجرِ صد شہیداں اِک سنت نبی ﷺ پر
سنت کو عام کرنا مقصد ہے زندگی پر

رونا نہیں پڑے گا محشر کے روز ہر گز
گر آج غم اُٹھالو دنیا کی تم ہنسی کا

بِن عشق و معرفت کے یوں بے مزہ ہے اطاعت
جیسے بِلا نمک کے کھانا لگے ہے پھیکا

ہر ضیق کا بھی مخرج ہے اہتمامِ تقویٰ
ہوتا ہے جگ میں آساں ہر کام متقی کا

مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

گرنے والوں کو بہر طور سنبھلنا ہوگا
کوچۂ یاس و ندامت سے نکلنا ہوگا
ورنہ اس آگ میں ہر ایک کو جلنا ہوگا
صرف تنہا رہِ حق پر نہیں چلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

فاش کرنا ہی پڑا رازِ نہاں تک آخر
آگئی قلب کی فریاد زباں تک آخر
آپ ہی کہیئے کہ برداشت کہاں تک آخر
دل ہے سینے میں اسے بھی تو مچلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

کب تلک دین پہ چلنے میں ندامت ہوگی
کب تلک سنتِ آقا ﷺ پہ ملامت ہوگی
کب تلک اہل یقیں پر یہ قیامت ہوگی
کب تلک یوں کفِ افسوس ہی ملنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

زیست گزرے گی یونہی اپنی گھٹن میں کب تک
سکۂ غیر چلے گا یہ وطن میں کب تک
راج گلچیں کا گوارا ہو چمن میں کب تک
کب تلک پھول کو پیروں میں مسلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

کام کی دھن ہی نہیں چرب زباں لاکھ رہے
دل میں سوزش ہی نہیں لب پہ فغاں لاکھ رہے
فکر بالغ ہی نہیں عزم جواں لاکھ رہے
طفلِ مکتب کو کھلونوں سے بہلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

یہ تو اصحاب کا، اسلاف کا پیغام نہیں
وہ مرا کام نہیں اور یہ ترا کام نہیں
کام مقصود ہے، مقصود کوئی نام نہیں
اب تو اس جہل کے دلدل سے نکلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

دین سے جو بھی ہو وابستہ وہ ہے اپنا رفیق
کوئی بھی شعبہ ہو سمجھیں نہ کسی کو بھی فریق
مختصر یہ کہ ہمیں چھوڑ کے غیروں کے طریق
سانچۂ سنت سرکار ﷺ میں ڈھلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

صرف باتوں سے بنا کرتی کبھی بات نہیں
آرزوؤں سے ملا کرتیں فتوحات نہیں
سر ہوا کرتی ہیں گھر بیٹھے مہمات نہیں
شوقِ منزل ہے تو پھر راستہ چلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

فاش یہ راز بالآخر میں کیئے دیتا ہوں آج
سارے عالم میں جو قائم ہے آثر ظلم کا راج
صرف اک رات میں ہوسکتا نہیں اس کا علاج
عمر بھر شمع کی مانند پگھلنا ہوگا
مسئلہ یہ ہے کہ موسم کو بدلنا ہوگا

اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

ہو وصف اب شمار بھی کیا کیا حسین کا
سردارِ دو جہان ہے نانا حسین کا
حیدر ہے، بابِ علم ہے بابا حسین کا
علم و عمل ہے حسنِ سراپا حسین کا
اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

بیماری، دکھ، جہاد سفر ہو وہ یا حضر
چھوڑی نہیں نماز کبھی آپ نے مگر
قرآن، ذکر، صدقہ و خیرات، سر بسر
خلدِ بریں کو جاتا ہے رستہ حسین کا
اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

ان کی صداقتوں پہ جہاں کو یقین بھی
وہ پاک نفس، قلب و نظر کے امین بھی
سر پر عمامہ چہرے پہ ریشِ حَسین بھی
لائیں تصورات میں نقشہ حُسین کا
اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

آیا نہ لفظِ مصلحت ان کی زبان پر
وہ راہِ حق میں کھیل گئے اپنی جان پر
حجت ہیں آج بھی وہ ضعیف و جوان پر
اب پیروی کرے، جو ہے شیدا حسین کا
اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

باطل کے سامنے نہ جھکائیں جو اپنے سر
حق کا علَم لئے ہوئے ڈٹ جائیں ہم اگر
جرأت جو اپنے آپ میں پیدا کریں اثرؔ
موجود تو ہے آج بھی مولیٰ حسین کا
اپنائیں ہم بھی دوستو اسوہ حسین کا

شعر بھی تلوار کی طرح

گر جان دو تو جعفرِ طیّار کی طرح
زندہ رہو تو خالدِ جرار کی طرح

دہراؤ پھر سے دہر میں خیبر کی داستاں
فاتح بنو تو حیدرِ کردار کی طرح

دُشمن خدا کا بڑھتا چلا آرہا ہے پھر
ڈٹ جاؤ تم بھی آہنی دیوار کی طرح

کمزور جو بھی آیا نظر بَن گیا غذا
بیٹھا ہے وہ درندۂ خونخوار کی طرح

واقف نہیں ہے قدرتِ قہار سے ابھی
کرتا ہے بات مالکِ و مختار کی طرح

سلطان ٹیپو آج بھی عظمت کا ہے نشاں
بننا نہ میر جعفرِ غدار کی طرح

ذلت کی زندگی پہ دو ترجیح موت کو
میداں میں اترو جعفرِ طیّار کی طرح

قربانیاں مہاجرِ طیبہ کی مثل ہوں
ایثار ہو جماعتِ انصار کی طرح

ہوتا ہے زخم زخم آثر سینۂ عدو
لگتے ہیں تیرے شعر بھی تلوار کی طرح

اب بھی وقت ہے

غفلت کی وادیوں سے نکلنے کا وقت ہے
گرتے ہوؤں کو اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے
پیشِ نظر ممات کے خطرات خیمہ زن
طرزِ حیات اب بھی بدلنے کا وقت ہے
اسرافِ عمرِ رفتہ پہ توبہ ہے ناگزیر
اب راہِ اعتدال پہ چلنے کا وقت ہے
طاعات کو شعار بنانے کی ہے گھڑی
آلاتِ معصیت کو کچلنے کا وقت ہے
اغیار کے طریق کو گھر سے نکالیے
اب سانچۂ رسول میں ڈھلنے کا وقت ہے
دستِ دعا اٹھایئے اور گڑگڑایئے
کب ہاتھ میرے دوستو ملنے کا وقت ہے

اغیار سے سوال کا موقع نہیں جناب
دربارِ ایزدی میں مچلنے کا وقت ہے
کندن بنادے قوم کے جو اتحاد کو
اس آتشِ خلوص میں جلنے کا وقت ہے
اسباب و انتظام بھی اپنی جگہ مگر
دستِ مسببی میں یہ پلنے کا وقت ہے

اکبر الہ آبادی مرحوم کے شعر پر تضمین

چار دیواری میں تھی محبوس، بے پردہ نہ تھی
جب بچاری آشنائے رونقِ دنیا نہ تھی
اب حقیقت ہے مگر پہلے فقط افسانہ تھی
رشکِ گلشن ہوگئی ہے جو کبھی ویرانہ تھی
''حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی''
''اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی''

مرد کے شانہ بہ شانہ دو بدو چلتی ہے وہ
مونگ خود ہزبینڈ کے سینے پہ اب دلتی ہے وہ
عہدِنو ہے ہر نئے سانچے میں اب ڈھلتی ہے وہ
کالج و اسکول میں آفس میں اب پلتی ہے وہ
''حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی''
''اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی''

مغربیت کا نشہ سر سے اُترتا بھی نہیں
مشرقیت کا کوئی اب پاس رکھتا بھی نہیں
کھڑکی دروازوں پہ اب باریک پردہ بھی نہیں
پہلے برقعہ تھا مکمل، اب دوپٹہ بھی نہیں

''حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی''
''اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی''

پہلے ناکارہ تھی لیکن وہ بڑی قابل ہے اب
پہلے گھر کی آبرو تھی رونقِ محفل ہے اب
من چلوں کے حلقۂ احباب میں شامل ہے اب
اس کا پردے میں نہاں رہنا بہت مشکل ہے اب

''حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی''
''اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی''

بدنظر خوش ہورہے ہیں یہ تماشا دیکھ کر
آشیانہ عفتِ مریم کا جلتا دیکھ کر
حرمتِ مسلم، متاعِ دیں کو لٹتا دیکھ کر
رو دیئے ہم شرم و غیرت کا جنازہ دیکھ کر

''حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی''
''اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی''

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

خود کو اپنی جان سے انجان کرنا چاہیے
یوں طوافِ کوچۂ رحمٰن کرنا چاہیے

سر سے پا تک تابعِ فرمان کرنا چاہیے
خود کو یوں رحمٰن کا مہمان کرنا چاہیے

موت سے پہلے دکھا دے یا ربّ! اپنا گھر ہمیں
جیتے جی بس ایک ہی ارمان کرنا چاہیے

جب درِ آقا پر حاصل ہو حضوری کا شرف
مدح ان کی شان کے شایان کرنا چاہیے

رشکِ شاہِ ہفت اقلیم آپ کو بننا ہے تو
خود کو اس دربار کا دربان کرنا چاہیے

جب عرب میں فرمانبرداریٔ رَبّ ملحوظ تھی
کیوں عجم میں خود کو نافرمان کرنا چاہیے

ہو اگر کرنا ادائے حقِ قرآنِ کریم
پیرویٔ صاحبِ قرآن کرنا چاہیے
کنکری ابلیس کو جس طرح ماری تھی وہاں
ہر جگہ سرکوبیٔ شیطان کرنا چاہیے
عید ہو یا بقرعید و شادی، اہل عشق کو
ہر خوشی کو تابعِ ایمان کرنا چاہیے
صرف گائے اور بکرے پر نہیں ہو اکتفا
خواہشاتِ نفس بھی قربان کرنا چاہیے
اتباعِ محسنِ انسانیت سے اے اثرؔ
ہم کو اپنے آپ پر احسان کرنا چاہیے

دنیا کا تعارف

یہ دنیا بے وفا ہے، یہ حقیقت کائناتی ہے
کہ دنیا جلد اپنے عاشقوں کو بھول جاتی ہے

بہت سے وعدے کرتی ہے، بڑی الفت جتاتی ہے
مگر پھر عین موقع پر ہری جھنڈی دکھاتی ہے

بہت نزدیک آتی ہے، بڑی پینگیں بڑھاتی ہے
مگر پھر دیکھتے ہی دیکھتے دامن چھڑاتی ہے

جو ناداں ہیں وہ کھو جاتے ہیں، اس کی رنگ رلیوں میں
یہ بُڑھیا ہے مگر رشکِ دلہن خود کو سجاتی ہے

سراپا ناز، اپنے طالبوں سے بھاگتی ہے دور
جو اس سے بھاگتے ہیں خود ہی ان کے پاس آتی ہے

جو اس کے ہاتھ جوڑے، مارتی ہے اس کے منہ پر لات
جو پیروں سے اسے مارے اسے سر پر بٹھاتی ہے

یہ جنت کافروں کی، قید خانہ ہے مسلماں کا
عدو پر مہرباں ہے اور ستم اپنوں پہ ڈھاتی ہے
کسی خاوند نے اس کو نہیں دی ہے طلاق اب تک
یہ دھوکے باز ہے ایسی کہ خود ہی چھوڑ جاتی ہے
بہت سے عقل والے آچکے ہیں مکر میں اس کے
دکھا کر حسنِ فانی جال میں اپنے پھنساتی ہے
کسی کی ہو نہیں سکتی، یہ ہرجائی ہے ہرجائی
دغا دیتی ہے اک کو، دوسرے کے پاس جاتی ہے
اثرؔ دنیا کی رنگینی سے دھوکے میں نہ آجانا
زمانے میں بہت مشہور اس کی بے ثباتی ہے

رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ ساتھ

اچھائی کر رہے ہیں برائی کے ساتھ ساتھ
کھاتے ہیں زہر بھی وہ دوائی کے ساتھ ساتھ

قطرہ ملا شراب کا زمزم کے حوض میں
رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ

دیتے ہیں وہ زکوٰۃ بھی لیتے ہیں سود بھی
مکھی نگل رہے ہیں ملائی کے ساتھ ساتھ

غیبت بھی چغلیاں بھی ہیں گالی گلوچ بھی
روزہ نماز و ذکر و بھلائی کے ساتھ ساتھ

مسلم ہیں اور باعثِ ایذائے مسلمیں
مؤمن بھی ہیں لگائی بجھائی کے ساتھ

تعلیمِ نو کہ موت ہے اخلاقیات کی
ہے مکس گیدرنگ پڑھائی کے ساتھ ساتھ

دیتے ہیں اپنی عقل سے حکمِ خدا میں دخل
رہزن بھی ہیں وہ راہنمائی کے ساتھ ساتھ

حکمِ خدا کو دیکھو پسِ پشت ڈال کر
چلنا وہ چاہتے ہیں خدائی کے ساتھ ساتھ

ہے آج تک ہماری غلامانہ ذہنیت
وہ قید کرگیا ہے رہائی کے ساتھ ساتھ

چادر تو اوڑھ لی ہے مگر چہرہ ہے کھلا
پردہ بھی ہے تو جلوہ نمائی کے ساتھ ساتھ

حسنِ عمل نہیں ہے مگر حسنِ ظن بہت
امیدِ مغفرت ہے ڈھٹائی کے ساتھ ساتھ

پوشیدہ پند و وعظ ہیں طنز و مزاح میں
مرچیں کھلارہا ہوں مٹھائی کے ساتھ ساتھ

پیشہ وروں کے بینک اکاؤنٹس ہیں اثرؔ
شاہی بھی چل رہی ہے گدائی کے ساتھ ساتھ

ہاتھ اٹھانے کی دیر ہے

عصیاں پہ اپنے اشک بہانے کی دیر ہے
روٹھے ہوئے خدا کو منانے کی دیر ہے
برسے گی آسمان سے رحمت بھی بالیقیں
بس معصیت کی آگ بجھانے کی دیر ہے
تقدیر جاگ اٹھے گی فی الفور قوم کی
سوئے ہوئے ضمیر جگانے کی دیر ہے
لب پر دعا درود بھی جاری تو ہے مگر
سنت ادا ادا میں سجانے کی دیر ہے
رحمٰن مہربان تو ہو جائے گا مگر
آلاتِ معصیت کے مٹانے کی دیر ہے
دھل جائے بالیقین گناہوں کی گندگی
اشکوں کی بارشوں میں نہانے کی دیر ہے

مسلم تجھے پھر عظمتِ رفتہ ملے نہ کیوں
دربارِ حق میں سر کو جھکانے کی دیر ہے

خورشیدِ عفو، چشم زدن میں طلوع ہو
طاعات کے چراغ جلانے کی دیر ہے

محبوبِ باوفا کی عنایات، منتظر
ہرجائیت کے داغ مٹانے کی دیر ہے

غمگین تنگدست بھی خوش حال کیوں نہ ہوں
ڈالرز اور ریال لٹانے کی دیر ہے

انسان سب بکھیڑوں کو یکلخت بھول جائے
عہدِ الست یاد دلانے کی دیر ہے

أدعونی استجب لکم ارشادِ حق ہے جب
پھر کیا ہے، صرف ہاتھ اٹھانے کی دیر ہے

تبدیلی

(زلزلہ کے سانحۂ عظیم پر)

نجاتِ ناگہانی چاہیے اب
سو فضلِ آسمانی چاہیے اب

یہی بدحال بندوں کی ہے فریاد
خدا کی مہربانی چاہیے اب

نہ مٹ جائے کہیں اپنا نشاں تک
ہمیں غفلت مٹانی چاہیے اب

مظاہر قدرتِ حق کے ہیں ظاہر
بھلا کیسی نشانی چاہیے اب

اگر ہے بے حسی تاحال باقی
تو خود سے شرم آنی چاہیے اب

گناہوں سے جو بھڑکائی ہے آتش
وہ توبہ سے بجھانی چاہیے اب

CamScanner

اجڑتی دنیا ہم سے کہہ رہی ہے
ہمیں عقبیٰ سجانی چاہیے اب

بہت نزدیک ہیں پیشی کی گھڑیاں
قیامت یاد آنی چاہیے اب

سو استغفار و توبہ میں یقیناً
ہمیں عجلت دکھانی چاہیے اب

سو حاصل یہ کہ اپنی زندگی میں
ہمیں تبدیلی لانی چاہیے اب

زلزلے سے بڑا زلزلہ

بے حسی ہے وہی، سانحہ ہے یہی
سب سے مایوس کن، مسئلہ ہے یہی
فکرِ عقبیٰ نہ پیدا ہوئی اب تلک
سچ کہوں، لمحۂ فکریہ ہے یہی
ہم نے عبرت نہ لی، ہم نے جنبش نہ کی
زلزلے سے بڑا زلزلہ ہے یہی
میں نہیں باعثِ قہر ہے دوسرا
آج ہر ہر بشر سوچتا ہے یہی
ہم ہیں خوابوں کی دنیا میں کھوئے ہوئے
واقعی واقعی واقعہ ہے یہی
باوجودِ مصیبت وہی معصیت
مشغلہ ہے وہی، مسئلہ ہے یہی

ہم نہ بدلیں تو تبدیل ہوگا نہ وقت
خالقِ وقت کا فیصلہ ہے یہی
ہم وسائل کے خالق سے ہیں نابلد
آج سب سے بڑا مسئلہ ہے یہی
مثلِ ہرجائی در در جھکے اپنا سر
آپ خود ہی کہیں! کیا وفا ہے یہی
ہر کٹھن وقت میں کیجے رب سے رجوع
دوستو سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے یہی
صدقِ دل سے ہوں تائب، بنیں متقی
راستی کا اثرؔ راستہ ہے یہی

عجب انداز

(عیسوی سالِ نو کے موقع پر)

آثر اغیار کے جب سال کا آغاز ہوتا ہے
تو اپنے بھائی بہنوں کا عجب انداز ہوتا ہے
بہر سو منعقد ہوتی ہے محفل ناچ گانے کی
بھلاکر سوزِ دل ہر شخص محوِساز ہوتا ہے
یہ لفظ جنوری شاید ہے مشتق جانور ہی سے
وہی حرکات ہوتی ہیں وہی انداز ہوتا ہے
بہت سے تو برائی کو برائی بھی سمجھتے ہیں
مگر بعضوں کو تو ان افعال پر خود ناز ہوتا ہے
نہیں لاسکتیں تابِ دید ایسے وقت میں آنکھیں
کہ جب آغوشِ کرگس میں کوئی شہباز ہوتا ہے
کسی کی آبرو عزت سے اس دن کھیلنا اے دوست
معزز سمجھے جانے والوں کا اعزاز ہوتا ہے

ترقی یافتہ جدت پسند انسان اَپ ٹو ڈیٹ
یونہی تو عالمی رائے کا ہم آواز ہوتا ہے

عرق آلود ہوتی ہے جبینِ مسلمیں اس شب
ہمارا فعل کفر و فسق کا غماز ہوتا ہے

اگر گدھ کی طرح شاہین محوِ مردہ خوری ہو
بہت ہی جلد وہ ناقابلِ پرواز ہوتا ہے

بچاکر جاں، جھکاکر سر، جیئے تو ہے مہذب وہ
وہ دہشت گرد کہلاتا ہے جو جانباز ہوتا ہے

سالِ نو پر

سخت حیرت ہے مغرب کے نقال پر
سُر ملاتے ہیں شیطان کی تال پر
ان کو اپنی تباہی کا کچھ غم نہیں
خوش جو ہوتے ہیں اغیار کے سال پر

مال ہی مال بس محورِ فکر ہے
گر نہیں ہے توجہ تو اعمال پر
عاشقِ مصطفیٰ ﷺ کی ہو پہچان کیا
نورِ سنت نہیں ہو اگر گال پر

دوستو سن لو رونے کا ہے یہ مقام
ہنس رہے ہیں عدو آپ کے حال پر
سچ ہے دینی شعائر کے اظہار سے
خاک پڑتی ہے طاغوت کی آل پر

اے اثرؔ کرگسِ مردہ خود آج بھی
ہاتھ ملتے ہیں شاہیں کے اقبال پر

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

خدا کو بھول کر ساری خدائی
لگی حرص و ہوس میں ایسی بھائی
ہے زر کے واسطے ہی آشنائی
اسی کے واسطے ہر سو لڑائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

یہ حبِ مال ہی کا ہے نتیجہ
لڑیں آپس میں چاچا اور بھتیجا
بس اب خاموشی سے یہ زہر پی جا
وگرنہ کھل نہ جائے پارسائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

یہ جب تک جیب سے جاتا نہیں ہے
کوئی شے آدمی پاتا نہیں ہے
یہ آسانی سے ہاتھ آتا نہیں ہے
ہے فطرت ہی میں اس کی بے وفائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کبھی بیمہ کراکر مال لے لیں
کبھی لیں لون اور تکلیف جھیلیں
پرائز بانڈ کا جوا بھی کھیلیں
کریں اس کے لیے سودی کمائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کوئی تو دل دکھاکر مال لے لے
کوئی نظریں بچاکر مال لے لے
کوئی خنجر دکھاکر مال لے لے
اسی خاطر ہے قتل و خوں لڑائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

مساجد کا بنانا غیر ممکن
مدارس میں لگانا غیر ممکن
کسی کے کام آنا غیر ممکن
کہ رکھیں جمع کرکے پائی پائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

اگرچہ عمر ہے اسّی برس کی
مگر علت لگی ایسی ہوس کی
کہ ہر دم فکر مائنس پلس کی
اجل بھی دیکھ کر کے مسکرائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کبھی غیروں سے بھی یہ جوڑ ڈالے
کبھی اپنوں سے بھی رُخ موڑ ڈالے
یہ رشتے خون کے بھی توڑ ڈالے
کرائے باپ ماں تک سے لڑائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کسی کا حق غصب کرتا ہے کوئی
بس اپنا پیٹ ہی بھرتا ہے کوئی
کسی کے مال پر مرتا ہے کوئی
کسی کی کرتا ہے بے جا پٹائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

پدر یوں بھی پسر کا حق اُڑالے
کہ کردے عاق اور گھر سے نکالے
بہن کا بھی کوئی ترکہ دبالے
گنوائے عقبٰی کی ساری کمائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کوئی زر کے لیے چھت بیچ ڈالے
کوئی تو ملک و ملت بیچ ڈالے
کوئی کم بخت عزت بیچ ڈالے
کہ پھیلائے جہاں میں بے حیائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

اثر اک اور پہلو بھی ہے اس کا
نہیں آیا ہے اب تک ذکر جس کا
مگر اتنا بڑا ہے قلب کس کا
کہ پائے اس کی چاہت سے رہائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

ہو استعمال اس کا راہِ دیں میں
خدا کا دین غالب ہو زمیں میں
نگاہِ رحمۃ اللعالمین ﷺ میں
ہے ایسا زر بھلائی ہی بھلائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

کسی مسکین کو کھانا کھلادیں
کسی کی بیٹی کی شادی کرادیں
کسی کا قرض ہو اس کو چکادیں
کریں یوں ڈوبتوں کی ناخدائی

یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

مساجد میں مدارس میں لگائیں
غریبوں بے کسوں کے کام آئیں
محل خلد بریں میں یوں بنائیں
کریں دونوں جہانوں کی کمائی
یہ پیسہ چیز ہی ایسی ہے بھائی

ضروری ہے

گر چاہتے ہیں دین پہ چلنا ضروری ہے
ٹی وی کا پھر تو گھر سے نکلنا ضروری ہے

دعویٰ کیا ہے ہم نے جو عشقِ رسول ﷺ کا
اب سانچۂ رسول میں ڈھلنا ضروری ہے

جو چل رہے ہیں ان کو ہے لازم سُبک روی
جو گِر رہے ہیں ان کو سنبھلنا ضروری ہے

وہ موسمی بخار میں ہیں مبتلا جنہیں
موسم کے ساتھ ساتھ بدلنا ضروری ہے

شامل ہے اس میں خونِ شہیدانِ اہلِ حق
اب اس شجر کا پھولنا پھلنا ضروری ہے

دنیا میں جن کے پاؤں ہیں زنجیر غیر میں
محشر میں ان کو ہاتھ کا ملنا ضروری ہے

قبلہ پڑوسی ملک کا تبدیل کیوں نہ ہو
گرگٹ کا روز رنگ بدلنا ضروری ہے

رکھنا اگر ہے دل میں جمالِ خدائے پاک
حسنِ بُتاں کا دل سے نکلنا ضروری ہے

چڑھتے ہوئے خورشید کو بتلایئے آثرؔ
پھر عنقریب شام ہے ڈھلنا ضروری ہے

CamScanner

بیدار ہونا چاہیے

حُبِ دنیا سے بس اب بیزار ہونا چاہیے
عشقِ حق سے قلب کو سرشار ہونا چاہیے

غفلتِ عقبیٰ موحد کو نہیں دیتی ہے زیب
مردِ مسلم کو نہ دنیادار ہونا چاہیے

بن نہ جائے خوابِ غفلت، مرگِ ملت کا سبب
اُمتِ مسلم کو اب بیدار ہونا چاہیے

ہے نصیحت صاحبِ دستار کو یہ بار بار
صحبتِ دربار تجھ پر بار ہونا چاہیے

پھول بن کر حق طلب کرنا یقیناً بھول ہے
مردِ مومن اب تجھے تلوار ہونا چاہیے

روبہِ عیار کو مرغوب ہے تیرا لہو
اب تجھے بھی ضیغم خونخوار ہونا چاہیے

جان بھی قربان کردے گنبدِ صخرہ پہ تُو
مسجدِ اقصیٰ سے اتنا پیار ہونا چاہیے

پرچمِ اسلام ہوجائے جہاں میں سربلند
کفر سے یوں برسر پیکار ہونا چاہیے

کب تلک دل میں نہاں رکھے گا تو عشقِ نبی ﷺ
اب تو تیرے عشق کا اظہار ہونا چاہیے

اتباعِ میر جعفر باعثِ رسوائی ہے
پیروکارِ جعفرِ طیّار ہونا چاہیے

پستی آسودگی دہر ہے، سامانِ موت
اب طلب گارِ فرازِ دار ہونا چاہیے

نذرانہ لہو کا

غفلت سے نکل، دین کی دعوت کے لیے اُٹھ
اب گنبدِ صخریٰ کی حفاظت کے لیے اُٹھ

ظالم کے شکنجے سے چھڑا اہلِ وفا کو
مظلومِ زمانہ کی حمایت کے لیے اُٹھ

جو جسمِ عرب کے لیے ناسور بنا ہے
اس خطۂ موذی کی جراحت کے لیے اُٹھ

مرکوز تری سمت ہیں اُمت کی نگاہیں
ایوبی کے فرزند قیادت کے لیے اُٹھ

آقا کی غلامی کا اگر پاس ہے تجھ کو
آقائے مدینہ کی نیابت کے لیے اُٹھ

دے ارضِ فلسطین کو نذرانہ لہو کا
صہیونی ریاست کی ملامت کے لیے اُٹھ

مقصود بنا اپنا سدا رب کی رضا کو
دولت کے لیے بیٹھ، نہ عزت کے لیے اُٹھ

القدس سے آتی ہے صدا مردِ مسلماں
اُٹھ مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کے لیے اُٹھ

مومن ہے تو کر جان فدا راہِ خدا میں
مسلم ہے تو مینائے شہادت کے لیے اُٹھ

عید کس کی ہے؟

کسی کا گھر جو بساتا ہے عید اس کی ہے
جو کام اوروں کے آتا ہے عید اس کی ہے
کسی کا دل جو دُکھائے وہ قابلِ ماتم
جو غم زدہ کو ہنساتا ہے عید اس کی ہے
جو غفلتوں کے اندھیرے میں ہو، وہ کیا خوش ہو
جو شمعِ ذکر جلاتا ہے عید اس کی ہے
پر اہلِ دنیا سمجھتے ہیں، وہ جو دنیا میں
لباس اچھے بناتا ہے عید اس کی ہے
تمہیں بتاؤ کیا تم بھی اسی کے قائل ہو؟
کہ میٹھی ڈش جو اُڑاتا ہے عید اس کی ہے
نہیں نہیں! جو تراویح اور روزوں کی
مشقتوں کو اُٹھاتا ہے عید اس کی ہے

جو روزہ خور ہے وہ چور ہے شریعت کا
بروزِ عید جو کھاتا ہے عید اس کی ہے
رہے جو ساتھ شیاطین کے وہؔ ہے غمگین
خدا کا قرب جو پاتا ہے عید اس کی ہے
خدا پرست ہو خلقِ خدا کا خادم ہو
تو اس کا دل یہ بتاتا ہے عید اس کی ہے
نہیں ہیں جبہ و دستار، حاصلِ تزئین
جو تاجِ تقویٰ سجاتا ہے عید اس کی ہے

عید کے بعد

جب گئی مسجد و منبر پہ نظر عید کے بعد
ایسے مجروح ہوئے قلب و جگر عید کے بعد
جس کا اظہار قلم سے میں نہیں کرسکتا
ہے قلم گویا کہ امید کا سر عید کے بعد
در و دیوارِ مساجد نے کیا ہم سے سوال
جو نمازی تھے گئے اب وہ کدھر عید کے بعد
ہم نے بتلایا کہ شیطان ہوا ہے آزاد
اس نے پھر شہر میں پھیلایا ہے شر عید کے بعد
جس قدر خوف تھا غالب ہمیں رمضانوں میں
اس سے بھی بڑھ کے ہوئے ہم تو نڈر عید کے بعد
کولہو کے بیل کی مانند ہے اپنی بھی مثال
تھے جہاں، پہنچے وہیں کرکے سفر عید کے بعد

جتنا رمضاں میں کمایا تھا گنوایا آخر
ہائے چھوڑی ہی نہیں کوئی کسر عید کے بعد

سحری کھانا نہیں پھر یہ مشقت کیسی
کوئی کیوں جاگے بھلا وقتِ سحر عید کے بعد

معتکف! تھے جو مساجد کے ستونوں کی طرح
کوئی بھی آتا نہیں ان میں نظر عید کے بعد

وہ جو سر دھنتے تھے رمضان کی تقریروں پر
کچھ نہ تھا ان پہ نصیحت کا اثر عید کے بعد

وہ تو شیطان ہے آزاد ہوا ہے لیکن
تو مسلمان ہے تو ایسا نہ کر عید کے بعد

عید کے بعد

ہر بُرا کام پھر آسان ہوا عید کے بعد
سچ ہے آزاد جو شیطان ہوا عید کے بعد

اِک مہینے میں کیے ختم کئی لیکن اب
بند جزدان میں قرآن ہوا عید کے بعد

قائم لیل جو رمضان میں تھا وہ مسلم
ذکر و طاعات سے انجان ہوا عید کے بعد

حکم رحمٰن اِدھر، دعوتِ شیطان اُدھر
درمیاں بندۂ رحمٰن ہوا عید کے بعد

سوئے مسجد نہیں اُٹھتے ہیں قدم کیوں تیرے
ربّ کا منسوخ کیا فرمان ہوا عید کے بعد

پھر سے ابلیس ہوا اور زیادہ فربہ
مضمحل صاحبِ ایمان ہوا عید کے بعد

مسجدِ ویراں تجھے ڈھونڈ رہی ہے مؤمن
کہاں رخصت مرا مہمان ہوا عید کے بعد

ماہِ رمضاں میں کٹایا تھا ٹکٹ جنت کا
جمع دوزخ کا بھی سامان ہوا عید کے بعد

میرے شاگرد بڑھے مجھ سے زیادہ آگے
خود پہ ابلیس پشیمان ہوا عید کے بعد

گریہ طاری تھا جنہیں آخری عشرے میں اثرؔ
دیکھ کر ان کو میں حیران ہوا عید کے بعد

عید کے بعد بھی

ہوگی طاعت نہ کم عید کے بعد بھی
ربّ کے بندے ہیں ہم عید کے بعد بھی

منزلِ حق کی جانب بڑھے جائیں گے
لیں گے ہر گز نہ دم عید کے بعد بھی

زندگی میں نئی زندگی پائیں گے
ہو جو فکرِ عدم عید کے بعد بھی

دین و دنیا میں ہوجائیں ہم سربلند
گر جبینیں ہوں خم عید کے بعد بھی

ماہِ رمضاں کی مانند اُٹھتے رہیں
سوئے مسجد قدم عید کے بعد

احترام حکمِ شاہی کا ہے ناگزیر
حضرتِ محترم عید کے بعد بھی

کس لیے ہم کریں کوئی نالائقی
جب ہے ربّ کا کرم عید کے بعد بھی

راستہ مسجدوں کا نہ بھولیں گے ہم
ہاں! خدا کی قسم عید کے بعد بھی

نیک اعمال والوں کے حق میں اثر
وا ہے باغِ ارم عید کے بعد بھی

ابلیس کا مکر

(ماہِ ربیع الاوّل کے موقع پر)

غلط کام کرتے ہیں طاعت سمجھ کر
رسولِ خدا کی محبت سمجھ کر

سبب اس کا ہے صرف فقدانِ علمی
مرض پا رہے ہیں وہ صحت سمجھ کر

جو ہیں بھولے بھالے وہ اس دام میں ہیں
تقاضائے عشقِ رسالت سمجھ کر

بروئے شریعت ہے اسراف لیکن
لُٹاتے ہیں دولت، سعادت سمجھ کر

بظاہر عبادت بباطن ریا ہے
وہ فرقت میں رہتے ہیں قربت سمجھ کر

جو پڑھتے ہیں نعتوں کو گانے کی لے پر
وہ کرتے ہیں توہین مدحت سمجھ کر

CamScanner

گنہگار بھی ہیں وہ گمراہ بھی ہیں
جو گائیں قوالی عبادت سمجھ کر

جو لڑتے ہیں فرقہ پرستی کی خاطر
اُٹھاتے ہیں فتنہ شجاعت سمجھ کر

نہ ہو گر وہ سنت تو بدعت بنے گی
عمل گر کیا جائے سنت سمجھ کر

طوافِ شبیہہ حرم اللہ! اللہ!
درِ شاہِ بطحاء کی نسبت سمجھ کر

یہ ابلیس کا مکر ہے درحقیقت
پئیں زہر ہرگز نہ شربت سمجھ کر

صحابہ سے بڑھ کر ہوا کون عاشق
چلیں ان کو نجمِ ہدایت سمجھ کر

پلٹنے کی پھر اس کو توفیق کیا ہو
چلے گا جو راہِ ہدایت سمجھ کر

نہ تحقیق علمی نہ توفیقِ عملی
ہر اک رسم اپنائیں برکت سمجھ کر

عقیدت شریعت سے بھی بالاتر ہے
حکایت کو لے لیں روایت سمجھ کر

ہو جیسا بھی پیسا وہ کھلائے طیب
رہِ عشق میں پیشِ خدمت سمجھ کر

بہت لوگ گمراہ ہیں آج تک بھی
شریعت سے ہٹ کر طریقت سمجھ کر
نہیں طعن و تشنیع ہر گز کسی پر
مرے شعر پڑھنا نصیحت سمجھ کر

حالاتِ حاضرہ

امن کے پیغامبر

مشرقیت کے معائب اب اُچھالے جائیں گے
مغربیت کے محاسن خوب پالے جائیں گے
تا نہ پیدا ہو کہیں شدت پسندی کا مرض
مذہبیت کے جراثیم اب نکالے جائیں گے
بن گئی مسلم عوام اب تو غلاموں کی غلام
سانچۂ ''سرکار'' میں ''سرکار'' ڈھالے جائیں گے
ظاہری رنگت کو دی جائے گی بے جا فوقیت
گورے گورے آئیں گے اور کالے کالے جائیں گے
زہد و تقویٰ، غیرت و دینی حمیت کی ہو خیر
خود اسے سیلابِ فحاشی بہالے جائیں گے
زہر کے امپورٹ کرنے سے بھی بچ جائے گی جاں
خود ہی اپنی آستیں میں سانپ پالے جائیں گے

ایٹمی ایجاد سے سائنس دانو! احتراز
امن کے پیغامبر، ورنہ اُٹھا لے جائیں گے

جو قوانینِ شریعت سے رہیں بیزار خود
خود کہیں، دنیا سے کیا ایماں بچا لے جائیں گے

آج مانا، میڈیا پر ہے انھی کا کنٹرول
کل سر محشر بھی کیا حق کو دبا لے جائیں گے

متبعِ حسان کے پائیں گے فردوسِ بریں
پیروکارِ بولہب دوزخ میں ڈالے جائیں گے

جمع کرتے کرتے لوگوں نے کبھی سوچا نہیں
جاتے جاتے ہم جہاں سے ساتھ کیا لے جائیں گے

اہلِ دنیا کو مبارک، شہرت و جاہ و نمود
ہم تو اپنے ساتھ بس نامِ خدا لے جائیں گے

اس لیے صبح و مسا فریاد کرتا ہے اثرؔ
اک نہ اک دن تو فلک پر اپنے نالے جائیں گے

آہِ مظلوماں

"پڑوسی ملک کا ایٹمی تجربہ ناکام ہونے پر"

لو! وہ پھر ناکام ہوکر رہ گیا
رسوا و بدنام ہوکر رہ گیا

حسرتِ صبحِ درخشاں بجھ گئی
تیرگیٔ شام ہوکر رہ گیا

دوسروں کا کام کیا کرتا تمام
خود ہی اس کا کام ہوکر رہ گیا

خواب پھر تسخیرِ گرد و پیش کا
اک خیالِ خام ہوکر رہ گیا

لے کے دشمن رہ گیا اپنا سا منہ
تجربہ ناکام ہوکر رہ گیا

باندھتا تھا غیر پر جو تہمتیں
خود وہ اِک الزام ہوکر رہ گیا

دیکھتے ہی دیکھتے راکٹ بھسم
سسٹم ایسا جام ہوکر رہ گیا

پھر دھماکوں کا ڈرامہ تھا فلاپ
ایکٹر ناکام ہوکر رہ گیا

دوسروں کو سیر کرتا تھا جو کل
آج تشنہ کام ہوکر رہ گیا

آہِ مظلوماں نے دکھلایا اثر
ظلم بدانجام ہوکر رہ گیا

حق کا گلستان

جوں خار، گو باطل کو کھٹکتا ہی رہے گا
پر حق کا گلستان مہکتا ہی رہے گا
بوجہل کے صحراؤں میں ویرانی رہے گی
غنچہ یہ مدارس کا چٹکتا ہی رہے گا
جل جائیں گے اس نور کو خود پھونکنے والے
خورشیدِ ہدایت کہ چمکتا ہی رہے گا
جو علم نبوت سے کرے دوستو اعراض
وہ جہل کی وادی میں بھٹکتا ہی رہے گا
گو لاکھ برا چاہے، برا کر نہیں سکتا
دشمن کے تو اعصاب پہ سکتہ ہی رہے گا
زاغانِ نفاق ایک دن ہوجائیں گے خاموش
ہر بلبلِ سرکار ﷺ چہکتا ہی رہے گا

ہو کفر کا طوفان کہ ہو شرک کی آندھی
ایمان کا شعلہ تو دہکتا ہی رہے گا
ہم منزلِ مقصود پہ ہوجائیں گے فائز
وہ دور سے بیٹھا ہوا تکتا ہی رہے گا
سرسبز رہے کیوں نہ اثر گلشنِ آقا ﷺ
مومن کہ لہو اس پہ چھڑکتا ہی رہے گا

پاک وطن کے لیے

خون حاضر ہے اپنے وطن کے لیے
جان قربان ہے جانِ من کے لیے

ہم تو زندہ ہیں مٹی کی چاہت میں یاں
لوگ مرتے ہیں سر و سمن کے لیے

آبیاری کریں گے لہو سے اثرؔ
خوں بہائیں گے صحنِ چمن کے لیے

یوں ہی واری نہیں اپنی دھرتی پہ ہم
عشق لازم ہے دیوانہ پن کے لیے

کوئی بزدل ہمیں چھیڑ کر دیکھ لے
چاہیے موقع اظہارِ فن کے لیے

زندگانی کا مقصد ہے جہد و عمل
زندگانی نہیں ما و من کے لیے

اپنا مقصود اعلائے کلمہ ہے بس
کیوں لڑیں زر زمین اور زن کے لیے

تیرے جذبات ہیں درحقیقت آثر
دعوتِ فکر، اہلِ سخن کے لیے

اُمت کا غم

اُسی کا بندہ اُسی کے منہ کو جو آرہا ہے
وہ سطحِ ہستی سے جب ہی اس کو مٹارہا ہے
کوئی تو ہے جو لپیٹ دے گا یہ شامیانہ
"کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے"
وہی ہے قادر وہی ہے ناصر وہی ہے حافظ
کہ بیچ طوفاں کے اپنے گھر کو بچارہا ہے
زمین پر جو خدا بنے ہیں وہ اب بھی سمجھیں
وہی ہے قادر جو اپنی قدرت دکھارہا ہے
یہ آزمائش رجوعِ خالق کا ہے وسیلہ
وہ گمرہوں کو پھر اپنی جانب بلارہا ہے
کوئی تو اہلِ نظر ہو، شاید کہ وہ سبق لے
جبھی کسی کو نشانِ عبرت بنارہا ہے

مگر تو قہرِ خدا سے اب بھی نہیں ہے لرزاں
مقامِ آہ و فغاں پہ بھی مسکرارہا ہے
ہزاروں غرقاب ہوچکے ہیں مگر اے غافل
تو بحرِ عصیاں میں آہ اب بھی نہارہا ہے
کسی کی آنکھیں بھی رازِ باطن تلک نہ پہنچیں
جو ظاہری تھا سبب ہر اک وہ بتارہا ہے
کسی کو اب دوش دے بھی کیونکر گلہ ہو کس کا
جو تخم بویا تھا خود ثمر اس کا کھارہا ہے
اثرؔ نے اُمت کے غم کو موضوع کیا بنایا
گماں یہ ہوتا ہے آپ بیتی سنارہا ہے

حمایت کے نام پر

قبضہ جمائیں حقِ محبت کے نام پر
برسائیں آگ چشمِ عنایت کے نام پر
میٹھی چھری سے قتل کریں دوست بن کے وہ
ہے کام زہر گھولنا، شربت کے نام پر
کرتی ہے، رائے عامہ ہموار میڈیا
حرکت وہ جب بھی کرتے ہیں برکت کے نام پر
خود کو طبیبِ حاذقِ دوراں بتائیں وہ
امراض بانٹتے ہیں جو صحت کے نام پر
مظلوم ہونے لگتے ہیں معدوم اس جگہ
جاتے ہیں وہ جہاں بھی اعانت کے نام پر
بنتے ہیں رشتہ دار مفادات کے لئے
پاتے ہیں جائداد قرابت کے نام پر

اب مان یا نہ مان، وہ مہمان ہیں بن چکے
زحمت اگرچہ لاکھ ہو رحمت کے نام پر
محفوظ ان کی آفت و شر سے نہیں کوئی
پھیلا رہے ہیں شر جو شرافت کے نام پر
ایسے بھی دعوے دار ہیں کچھ رہنمائی کے
گمراہ کر رہے ہیں امامت کے نام پر
مخفی نہیں ہے اب تو زمانے سے ان کا مکر
نفرت جو بانٹتے ہیں محبت کے نام پر
ہم جان دے رہے ہیں انہی پر بصد خلوص
جو جان لے رہے ہیں حفاظت کے نام پر
جاناں نہیں ہے دشمنِ جاں ہے وہ جانِ من
کلفت جو پیش کرتا ہے الفت کے نام پر
لے جائے کب وہ قبر کی گھاٹی میں دیکھیے
گردن میں ہے جو طوق، حمایت کے نام پر

دجال کے نہ جال میں آنا کہ اس کا دجل
دوزخ میں لے کے جائے گا جنت کے نام پر

کھیل نہ جذبات سے

ہم یقیناً مضمحل ہیں گردشِ حالات سے
پر نہیں مایوس ہیں وقتی و جزوی مات سے
ہے بڑی اُمید وابستہ خدا کی ذات سے
بڑھنا مت اے دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ اوقات سے
کھیلنا مت اہلِ ایماں کے کبھی جذبات سے

درسِ اخلاق و رواداری دیا کرتے ہو تم
اسم تو غیروں کا عزت سے لیا کرتے ہو تم
برملا تضحیک نبیوں کی کیا کرتے ہو تم
کیا خدا خوش ہوگا، خود سوچو، تمہاری بات سے
کھیلنا مت اہلِ ایماں کے کبھی جذبات سے

تم کو کیا معلوم سرکارِ دو عالم کا مقام
بدتر از اَنعام ہو تم، اور وہ خیر الانام
کیا صحافت اس قدر ہوتی ہے اسپِ بے لگام

نابلد ہو تم تو اس اعلیٰ ارفع ذات سے
کھیلنا مت اہلِ ایماں کے کبھی جذبات سے

پردۂ خوش فہمی آنکھوں سے ہٹاکر دیکھ لو
اہلِ ایماں کی ذرا تاریخ اُٹھاکر دیکھ لو
مر مٹیں گے دینِ حق پر، آزما کر دیکھ لو
طمع، لالچ، دھونس، دھمکی، مال سے، آلات سے
کھیلنا مت اہلِ ایماں کے کبھی جذبات سے

باز گر عادات سے اپنی نہیں آؤ گے تم
شاتمِ ختم الرسل دنیا میں کہلاؤ گے تم
جلد ہی خود اپنی بد خوئی پہ پچھتاؤ گے تم
بالیقیں محروم ہوجاؤ گے سب لذات سے
کھیلنا مت اہلِ ایماں کے کبھی جذبات سے

شریعت کا تقاضا

نہ پھیلے کوئی شر ہم سے، شریعت کا تقاضا ہے
نہ لیں قانون ہاتھوں میں ،ریاست کا تقاضا ہے
نہ فرطِ شوق میں ہر گز، حدود دین کو توڑیں
رکھیں جذبات پر قابو، شجاعت کا تقاضا ہے
ہو مستقبل کے آئینے میں ہی لائحہ عمل اب طے
اگرچہ قلب میں فی الوقت شدت کا تقاضا ہے
چلیں سنت پہ، یہ عشقِ رسالت کا تقاضا ہے
نہ نقلِ غیر ہو، دینی حمیت کا تقاضا ہے
لباس وشکل وصورت سے بھی جھلکے نورِ ایمانی
مسلمانو! یہ اسلامی ثقافت کا تقاضا ہے
بنائیں ملکِ پاکستان کو ہم قلعۂ اسلام
شریعت اس میں نافذ ہو، شریعت کا تقاضا ہے

اُو فرزانو! خرد کا فلسفہ مجھ کو نہ سمجھاؤ
مری دیوانگی عشقِ نبوت کا تقاضا ہے
کریں قربانیاں خود پیش، ہم انصار کی مانند
چھڑک دیں اپنی جانیں، دیں کی نصرت کا تقاضا ہے
آخر حکمت، بصیرت، مصلحت، اپنی جگہ لیکن
تمہیں معلوم ہے؟ آقا کی حرمت کا تقاضا ہے

وطن کی بات

اب نہ دشت و دمن کی بات کرو
لہلہاتے چمن کی بات کرو

رشکِ سر و سمن کی بات کرو
یعنی اپنے وطن کی بات کرو

جس سے روشن ہو اپنا مستقبل
اس چمکتی کرن کی بات کرو

اس کی تعمیر ہے مشن اپنا
ہم سے اپنے مشن کی بات کرو

ذکرِ دنیا سے کچھ نہیں حاصل
جانِ من، جانِ من کی بات کرو

اس کا حصہ ہے وادیٔ کشمیر
غیرتِ صد دلہن کی بات کرو

جو اثرؔ حاصلِ تخیل ہے
ایسے جانِ سخن کی بات کرو

سپر پاور صفر ہوگا

غرور و کبر کا نیچا زمانے بھر میں سر ہوگا
سپر پاور جو کہلاتا ہے وہ اِک دن صفر ہوگا

بزعمِ خود جو منصف ہے وہ آئے گا کٹہرے میں
جو قابض دوسروں پر ہے وہ خود ہی دَر بدر ہوگا

ملی ہے داد کچھ ایسی اسے بغداد والوں سے
نہ اب وہ داد کا طالب کسی سے عمر بھر ہوگا

نہ کچھ بھی اس کے ہاتھ آیا گزشتہ چار برسوں میں
رہا کچھ اور عرصے گر تو ویراں اس کا گھر ہوگا

عداوت آسماں سے لینے والا ہوگا خاک آلود
چٹانوں سے جو ٹکرائے گا زخمی اس کا سر ہوگا

جو خود کو دوربیں بنتا ہے اس کی کورچشمی خود
عیاں ہوجائے گی اس پر کہ جو اہلِ نظر ہوگا

اگر ایران پر بھی جارحیت کی حماقت کی
تو ہاتھی جلد گر جائے گا قصہ مختصر ہوگا

نہیں ہیں خواب کی باتیں یہ دنیا جلد دیکھے گی
کہ ظالم اپنی حرکت پر پشیماں کس قدر ہوگا

ازل سے ہے مکافاتِ عمل کا سلسلہ قائم
رُلایا جس نے اوروں کو وہ خود بھی چشم تر ہوگا

خود آیت "تِلك الأيام نداول" دال ہے اس پر
جہاں میں زیر ہے جو آج وہ کل کو زبر ہوگا

جو اہلِ شر ہیں اور ننگِ بشر ہیں ہوں گے وہ مغلوب
سو کُل عالم میں غالب مذہبِ خیر البشر ﷺ ہوگا

مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہو جاؤ

سنو صدیقِ اکبر کی طرح خود دار ہو جاؤ
اُٹھو! فاروقِ اعظم کی طرح جی دار ہو جاؤ
بڑھو عثمان ذی النورین کی تلوار ہو جاؤ
چلو اب پیروکارِ حیدرِ کرار ہو جاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہو جاؤ

دفاعِ اہلِ ایماں کے لیے تیار ہو جاؤ
مقابل کفر کے اک آہنی دیوار ہو جاؤ
گلے کے طوق کو توڑو، تبر بردار ہو جاؤ
محمد ابنِ قاسم سے سپہ سالار ہو جاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہو جاؤ

مسلماں کو مٹاؤ کفر کا پُرزور نعرہ ہے
خدا کے دین کا مٹنا تمہیں کیونکر گوارا ہے
کمر باندھو، تمہیں بیت المقدس نے پکارا ہے
یہ مشکل وقت ہے. اسلام کے انصار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

نہ ٹھہرو اپنے محلوں میں اب آبِ منجمد ہوکر
ہوا ہے حملہ آور کفر تم پر متحد ہوکر
علاج اس کا کرو اب تم بھی فوراً مستعد ہوکر
گو اب تک پھول بن کر تھے بس اب تلوار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

پھر اسرائیل آیا ظلم کی تاریخ دُہرانے
نہتوں پر لگا ہے ایٹمی ہتھیار برسانے
مگر چپ سادھ رکھی ہے مظالم پر بھی دنیا نے
خموشی توڑدو، ٹیپو کی اب للکار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

وہ نصرانی صلیبی جنگ کا اعلان کرتا ہے
یہ صہیونی بپا پھر ظلم کا طوفان کرتا ہے
تقاضا صاحبِ ایمان سے ایمان کرتا ہے
صلاح الدین ایوبی کے پیروکار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

یہ مانا ایٹمی قوت نہیں ہے مال تو ہے نا
عرب کی سرزمیں ہی میں زرِ سیّال تو ہے نا
یہ دولت کافروں کے زیرِ استعمال تو ہے نا
بہت لوٹا گیا تم کو، بس اب ہشیار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

کہیں پر اک مسلماں بھی، جو آجائے مصیبت میں
تو آنا چاہیے کُل اُمت مسلم کو حرکت میں
رہوگے کب تلک تم مبتلا یوں خوابِ غفلت میں
کہیں خود بھی نہ آڑے وقت سے دوچار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

رہوگے کب تلک یوں محوِ طاؤس و رباب آخر
عدالت میں کھڑے ہونا تو ہے روزِ حساب آخر
خدا کے سامنے دوگے بھلا تم کیا جواب آخر
کہیں ایسا نہ ہو اس دن ذلیل و خوار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

ہے جینا بھی کوئی جینا اگر ذلت مقدر ہے
اِدھر پاؤں میں بیڑی ہے اُدھر گردن پہ خنجر ہے
اثرؔ اس زندگی سے تو یقیناً موت بہتر ہے
سو اب سلطان ٹیپو کی طرح جی دار ہوجاؤ
مسلمانانِ عالم اب تو تم بیدار ہوجاؤ

وطن کی محبت

یہ وطن اہلِ اسلام کا گلستاں
یہ وطن اہلِ ایمان کی کہکشاں
ہم کو اپنے وطن سے محبت ہے ہاں!
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

یہ کہ صحرائے عالم میں رشکِ چمن
یہ شبِ تار میں روشنی کی کرن
چلچلاتی ہوئی دھوپ میں سائباں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

لہلہاتا چمن ہم سے ہے دوستو
ہم وطن سے، وطن ہم سے ہے دوستو
بالیقیں بالیقیں بے گماں بے گماں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

اپنے ہمسائے پر یہ جتادیتے ہیں
ہم کہ اپنے عدو کو مٹادیتے ہیں
ہم بتادیتے ہیں یہ چپے بزدلاں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

لاکھ چاہے برا کوئی کیا ہوتا ہے
اہلِ ایماں کا حامی خدا ہوتا ہے
ہوگی ناکام ہر سازشِ دشمناں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

دامنِ عشق میں حریت کے ہیں پھول
ہم غلامی کو کیونکر کریں گے قبول
اپنے ہاتھوں میں لے لیں گے تیر و سناں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

داستانِ وفا عام کر جائیں گے
اپنی مٹی پہ ہم لوگ مرجائیں گے
مرکے ہوجائیں گے زندۂ جاوداں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

اے اثر یہ کرشمہ ہے ایمان کا
پھیر دیتے ہیں رُخ بڑھتے طوفان کا
ہم کہ سینوں میں رکھتے ہیں عزم جواں
ہم وطن کی محبت میں دے دیں گے جاں

کبھی دوست نہ ہوگا

کافر تو مسلماں کا کبھی دوست نہ ہوگا
اژدر کسی انساں کا کبھی دوست نہ ہوگا

انجیل میں، تورات میں کرتا ہو جو تحریف
وہ صاحبِ قرآں کا کبھی دوست نہ ہوگا

کرتا ہو جو ہر فعل میں شیطان کی تقلید
وہ بندۂ رحماں کا کبھی دوست نہ ہوگا

ویرانی و آبادی کہاں خار کہاں پھول
صحرا تو گلستاں کا کبھی دوست نہ ہوگا

جو تیرگی پہ مرتا ہو خفاش کی مانند
وہ شمع فروزاں کا کبھی دوست نہ ہوگا

لازم ہے کسی ایک میں تو فہم کا فقدان
عاقل کسی ناداں کا کبھی دوست نہ ہوگا

وہ جس کا فقط کفر کا پرچار ہو مقصد
وہ داعئ ایماں کا کبھی دوست نہ ہوگا

برعکس

دن بھر کبھی پیہم، تو کبھی رات مسلسل
ہوتی ہے مرے دیس میں برسات مسلسل

آنکھوں کو جواب دن بھی لگے رات مسلسل
ہے واپڈا کی چشمِ عنایات مسلسل

ہم ایسے گنہگاروں پہ حیرت ہے کہ برسے
اللہ تعالیٰ کی عنایات مسلسل

کیا شکریۂ موسمِ باراں ہے یہی اب
بجتے ہیں معاصی کے جو آلات مسلسل

بجھتے چلے جاتے ہیں غریبوں کے دیے تک
روشن ہوئے جاتے ہیں خیالات مسلسل

پھر کام سر انجام ہو بروقت بھلا کیوں
جب نذر ٹریفک کی ہوں اوقات مسلسل

جب سڑکیں کریں پیش، سرنگوں کی نظیریں
کیوں لیٹ نہ ہو دولہا کی بارات مسلسل

کرتے تھے کبھی ابر برسنے کی دعائیں
اب کرتے ہیں برعکس مناجات مسلسل

احیائے دین کی خاطر

کر رہے ہیں سلوکِ حیوانی
دعوے دارِ حقوقِ انسانی

لات گھونسوں سے اور ڈنڈوں سے
اپنے مہمان کی ہے مہمانی

گر سفیدی نہیں لہو میں ترے
خونِ مسلم کی دیکھ ارزانی

زعم جن کو صفاتِ قدسی کا
ان پہ خنداں گروہِ شیطانی

جن کا مقصود، جبر و قہر و ظلم
ان کا منشور صرف من مانی

آدمیت کے نام پر دھبہ
شرم سے خم، جبینِ انسانی

حریت کے حقوق کے قاتل
جارحیت کے جرم کے بانی
لیکن اے دوستو فروزاں ہے
مثلِ سورج اُصولِ قرآنی

لاکھ طوفانِ کفر ہو درپے
بجھ نہیں سکتی شمعِ ایمانی
اب بھی احیائے دین کی خاطر
اہلِ حق دے رہے ہیں قربانی

مجرم کون؟

یا تو پھر نام نہ لے صبر و رواداری کا
یا تو پھر ترک کر اسلوب دل آزاری کا

ان کے افکار کی تصدیق کرے، کیا کوئی
جن کا کردار ہے مذہب کے بیوپاری کا

اپنی عینک کو ذرا صاف کریں نکتہ چیں
پول کھل جائے گا تنقید و طرف داری کا

دل کے برتن کی نجاست کو ذرا دھو ڈالیں
ہے علاج عشقِ نبی بغض کی بیماری کا

جان و ایمان کے دشمن ہیں ازل سے وہ لوگ
جو فقط ڈھونگ رچاتے ہیں مری یاری کا

کر کے انصاف ہمیں خود یہ بتائیں منصف
کون مجرم ہے، مسلمان پہ بمباری کا

آزما غیرتِ مسلم کو مگر، مان مری
وار یہ کام کیا کرتے ہیں بیداری کا

جان و ایمان کو داؤ پہ لگایا لیکن
حق ادا کردیا لوگوں نے وفاداری کا

زمانہ لد گیا رہتے تھے جب شاہیں چٹانوں میں

(ڈاکٹر اقبال کے مشہور شعر پر تضمین)

زمانہ لد گیا رہتے تھے جب شاہیں چٹانوں میں
کہ اب وہ محوِ آسائش ہیں اپنے آشیانوں میں

عقابی روح اب بیدار ہو کیونکر جوانوں میں
کہ وہ مشغول ہیں فلموں، ڈراموں اور گانوں میں

تجھے شکوہ، نہیں سوزِ بلالی اب اذانوں میں
گلہ مجھ کو، فقط نغموں کی جھنکاریں ہیں کانوں میں

بلند ہوتی ہے خالق کی صدائے پنج وقتہ روز
مگر جوں رینگتی کب ہے مسلمانوں کے کانوں میں

زبان و قلب، قول و فعل میں ہیں فاصلے حائل
عمل کی کب ہے چنگاری بھلا شعلہ بیانوں میں

وہ مردانِ خدا جن سے بتانِ دہر تھے خائف
اب ان کا ذکر ملتا ہے کتابوں میں فسانوں میں

کبھی تھے رزم میں جو پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر
وہ اب ہیں محوِ لذت ڈائننگ ٹیبل پہ کھانوں میں

مزین ہے زمیں اب دل نشیں محلوں سے، اے ہمدم
نظر آئے تو کیونکر اپنی منزل آسمانوں میں

اجل سے خوف، دنیا سے محبت کا ہے وہ عالم
کہ خود مختاری ہم نے بیچ ڈالی چند آنوں میں

مگر ہے مشغلہ ان کا غلاظت خوریاں اب تک
اگرچہ رہ رہے ہیں آج کے کوے سیانوں میں

رہے جب انحصارِ زیست یارو! آئی ایم ایف پر
نہ آئے فرق کیونکر طائروں کی پھر اُڑانوں میں

اثر اغیار کے ہاتھوں میں اب ہے اختیار ان کا
اگرچہ تیر تو موجود ہیں اپنی کمانوں میں

حدود آرڈیننس

سبق پڑھیے ندامت کا اطاعت کا اسارت کا
لیا جائے گا کام اب آپ سے آقا کی خدمت کا
بنایا ہے مصاحب گرچہ شوکت اور شجاعت کا
مگر اس کا یہ مطلب کب ہے کیجے کام ہمت کا
اگر رکھنا ہو قائم آپ کو نشّہ امارت کا
نہ ہو بھولے سے بھی ہرگز کبھی اظہار جرأت کا
نہ لیجیے نام ڈکٹیشن کا، کیجیے شور جدت کا
بجھا دیجے یونہی اب رفتہ رفتہ زہر شدت کا
نہ باقی نام ہو شرم و حیا، غیرت کا عصمت کا
مگر یہ کام بھی کرنا ہے، لے کر نام عورت کا
اگر محبوب ہے کرسی، اسے منظور کروائیں
یہ آرڈیننس گویا امتحاں ہے استقامت کا

مگر سادات سے اہلِ وطن کی اک گزارش ہے
بھرم رکھ لیجیے اب سرورِ عالم ﷺ کی نسبت کا

جو خود ڈھلنا ہو تو ڈھل جایئے سانچے میں غیروں کے
مگر تبدیل تو مت کیجیے ڈھانچہ شریعت کا

کسی کے حکم سے لادینیت پھیلایئے لیکن
کم از کم نام تو مت لیجیے قرآن و سنت کا

بصارت اور بصیرت دونوں حاصل ہوں بیک لحظہ
تصور کیجیے گر روزِ محشر کی عدالت کا

اُلٹا سبق

سبق اُلٹا پڑھایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو
مسلسل ورغلایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

یہ کیسا ظلم ہے، آزادئ نسواں کے پردے میں
سرِ بازار لایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

دکھایا جارہا ہے باغِ سبز ان کو بہر صورت
فقط احمق بنایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

ہٹا برقع، گری چادر، گلے پر رہ گئی پٹی
کہ سولی پر چڑھایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

جو کل مستور تھیں گھر میں، ہیں اب بازار میں عریاں
فقط ماڈل بنایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

ترقی کیا اسی کا نام ہے اے قوم کے بیٹو
کہ تھیٹر پر نچایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

چڑھایا جارہا ہے ان کو فیشن کی بلندی پر
سو پستی میں گرایا جارہا ہے ماؤں بہنوں کو

مدارس کے خلاف

آزمائے ہیں طریقے بے شمار اِس کے خلاف
سارے ہتھکنڈے ہوئے ہیں اختیار اس کے خلاف
کیسی بھڑکائی گئی ہے دیکھو نار اِس کے خلاف
مستقل مشغول ہیں غفلت شعار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

باز آ ہی جائیں شاید اہلِ حق اظہار سے
دھونس دیتے ہیں، کبھی چمکارتے ہیں پیار سے
اِس فضا میں کیا شکایت کیجیے سرکار سے
سرتو خود بھی ہوگئے ہیں محوِ کار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

چار سُو فحاشی و عریانیت کی نار ہو
سارے جگ میں مسخ اہلِ دین کا کردار ہو
ریڈیو ٹی وی ہو انٹرنیٹ ہو یا اخبار ہو
کررہا ہے میڈیا بھرپور وار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

عصر کے دجال کی یوں بندگی کرتے ہیں لوگ
سنگِ بے حس اور بتِ مردار پر مرتے ہیں لوگ
اس کی نافرمانیاں کرتے ہوئے ڈرتے ہیں لوگ
ایک دو تو ساتھ ہیں لیکن ہزار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

کوئی کہتا ہے کہاں سے کھائیں گے یہ مولوی
آخرش دستِ طلب پھیلائیں گے یہ مولوی
مسئلہ اس قوم کا بن جائیں گے یہ مولوی
جس کو دیکھو ہے وہ شترِ بے مہار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

ہے کسی کو غم کہ پیچھے مولوی رہ جائیں گے
اور ہم جدت کے ہر سیلاب میں بہہ جائیں گے
آئے گا جو کچھ زباں پر بے دھڑک کہہ جائیں گے
کرنے والے کررہے ہیں اوچھے وار اِس کیخلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

بعض اہلِ درد ہیں تعلیمِ عصری کے اسیر
ان کا مقصد ہے وہ شاہِ مملکت ہوں یا وزیر
گانٹھنا جوتے کا آنا بھی ہے ان کو ناگزیر
آپ نے دیکھا، انوکھا طرزِ پیار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

کچھ تو یوں گرنے لگے اخلاق کے معیار سے
خوب پھیلایا تعفن جرأتِ اظہار سے
کیونکہ خلعت یافتہ ہیں شاہ کے دربار سے
اس لیے کرتے ہیں حملے بار بار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

جن کو بخشا ہے خدائے پاک نے زورِ قلم
جن کے ہاتھوں میں ہے پاکیزہ صحافت کا علَم
وہ بھی بن جاتے ہیں اکثر باعثِ رنج و الم
ہے خبر اس کے مخالف، اشتہار اِس کے خلاف
سازشیں ہیں رات دن دینی مدارس کے خلاف

لات کی بات

کام ناکام صرف بات کی بات
پاک بھارت مذاکرات کی بات
خواب ہے خواب دوستی ان کی
بھولی بسری ہو جیسے رات کی بات
جب بھی آتا ہے چھ ستمبر تو
یاد آتی ہے ان کو مات کی بات
کس طرح ہوں بھلا کشادہ دل
وہ جو کرتے ہیں ذات پات کی بات
موت جس کو کہ وہ سمجھتے ہیں
ہے ہمارے لیے حیات کی بات
پوجتے ہیں جو لات و عزیٰ کو
وہ سمجھتے ہیں صرف لات کی بات

ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی
وہ نہ بھولیں گے سومنات کی بات

ہم بڑھاتے ہیں جوں ہی چار قدم
کرنے لگتے ہیں دو دو ہات کی بات
بنیۓ گرتے ہیں بس وہیں پہ آثر
ہو جہاں پر توا پرات کی بات

CamScanner

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

جو بات حقیقت ہے سرِ بزم کہے گا
ہر ایک مشقت کو سہولت سے سہے گا
مانا کہ اَثر خون مسلماں کا بہے گا
اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

اس غیبی عمارت کو تو ڈھانا نہیں ممکن
پانی میں کبھی آگ لگانا نہیں ممکن
خورشید کو پھونکوں سے بجھانا نہیں ممکن
اسلام کو دنیا سے مٹانا نہیں ممکن
اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

افسانہ ہوا آج ہلاکو کا اجارہ
مدفون ہوا قبر میں چنگیز کا نعرہ
ایماں کو سدا فتح ہوئی کفر ہی ہارا
ہر مرحلۂ سخت میں اسلام پکارا
اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

چھٹ جائیں گے اب جلد ہی کفار کے میلے
سلطانِ جہاں ہوں گے مسلمان اکیلے
ہر دور میں یہ آتشِ نمرود سے کھیلے
جل جائیں گے خود آگ میں بوجہل کے چیلے

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

ناکام ہوا کرتا ہے کرگس کا ہر اک جال
بڑھتا ہی چلا جاتا ہے شاہین کا اقبال
حملہ ہو وہ مشرک کا، کہ کافر کی کوئی چال
مقبولیت اسلام کی بڑھتی ہے بہرحال

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

کب کفر کے للکار پہ ڈٹتا نہیں اسلام
پیچھے تو سرِمو کبھی ہٹتا نہیں اسلام
ہاں ظاہری نقصان سے گھٹتا نہیں اسلام
مسلم کی شہادت سے سمٹتا نہیں اسلام

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

یہ گلشنِ خلاق ہے پودا نہیں خودرو
کم لاکھ کرے شمعِ ایماں کی کوئی لو
بڑھتی ہی چلی جاتی ہے عالم میں مگر ضو
مرتا ہے اگر ایک تو جیتے ہیں یہاں سو

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

یہ پنچھی نہیں وہ کہ جو گھٹ جائے قفس میں
ایماں کا مٹانا نہیں طاغوت کے بس میں
ہر مائنس پوائنٹ یاں جاتا ہے پلس میں
لاکھوں ہی مسلمان ہوئے چار برس میں

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

ہرجائی جو تھے بننے لگے اہلِ وفا دیکھ
کیا خوب چلی دہر میں ایماں کی ہوا دیکھ
یورپ میں جو توحید کی پھیلی ہے ضیا دیکھ
''مغرب'' سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اسلام سدا زندہ جاوید رہے گا

تباہی کی لہر

طوفان شہوتوں کا، فواحش کی لہر ہے
تہذیب کا بہاؤ نہیں خوں کی نہر ہے
سمجھے ہیں جس کو قند وہ دراصل زہر ہے
زد میں آثر بلاؤں کی پہلے ہی دہر ہے
زندہ دلانِ شہر پہ یہ رب کا قہر ہے

مقصود جب بشر کا فقط ناؤ نوش ہو
بھنگڑا ہو ناچ گانا ہو مستی ہو جوش ہو
ایسے میں دین و ایماں کا بھی کس کو ہوش ہو
درگور صبر و شکر اور احساسِ مہر ہے
زندہ دلانِ شہر پہ یہ رب کا قہر ہے

کرتے نہیں جو فرق زیاں اور سود میں
رہتے بھی کیسے دینِ متیں کی قیود میں
مدہوش ایسے ہوگئے رسمِ ہنود میں
مرغوب تن پرستوں کو روحانی زہر ہے
زندہ دلانِ شہر پہ یہ رب کا قہر ہے

کہتی ہیں غیر قومیں بھی، یہ ہے عجیب قوم
از خود بگاڑنے پہ مصر ہے نصیب قوم
عیاشیوں میں ڈوبی ہوئی ہے غریب قوم
سچ پوچھیے تو یہ بھی تباہی کی لہر ہے
زندہ دلانِ شہر پہ یہ رب کا قہر ہے

مجروح اپنے وار سے ہے جسم شیر کا
ڈوبا ہوا لہو میں بدن ہے دلیر کا
ادراک ہو تو کیسے ہو دل کے اندھیر کا
مانا کہ روشنی سے چکا چوند شہر ہے
زندہ دلانِ شہر پہ یہ رب کا قہر ہے

بسنت لاشہ

لہو وہ کشمیر میں مسلسل بہا رہا ہے
مگر مسلماں بسنت میلا لگا رہا ہے
ہیں محوِ رشک اب ہنود بھی اس کے اس عمل پر
وہ ہندو تہوار اس ادا سے منا رہا ہے
جو کل تلک تھا تمام قوموں میں سب سے ممتاز
وہ آج خود ہی شناخت اپنی مٹا رہا ہے
اُدھر وہ دو قومی نظریے کی اُٹھائے میت
اِدھر وہ کشمیر ڈے بھی دیکھو منا رہا ہے
وہ جس کو انمول ہیرا کہتے تھے جوہری بھی
لگا کے قیمت خود اپنی قیمت گرا رہا ہے
وہ جس کی پشتیں بھی غیر اقوام کی ہیں مقروض
پتنگ اربوں روپے کی دیکھو اُڑا رہا ہے

وہ جس کے غم میں مرے نبی نے بہائے آنسو
خوشی خوشی وہ متاعِ ایماں لٹا رہا ہے

رواں دواں ہے وہ اب تو عہدِ جدید کے سنگ
کہ رفتہ رفتہ روایتوں کو مٹا رہا ہے

میں پاس موجود اپنی ملت پہ نوحہ خواں ہوں
وہ دور بیٹھا ہے زیرِلب مسکرا رہا ہے

یہ رنگ کی تو نہیں ہے لیکن، ہے خوں کی ہولی
کہ ایک شب میں وہ بیس لاشیں اُٹھا رہا ہے

دکھا رہا ہے عجب تماشا بسنت لاشہ
کہ عقل والوں کو رشکِ مجنوں بنا رہا ہے

وہ کررہے ہیں ثقافتوں کی چتائیں روشن
اثرؔ تو بے سود اپنے دل کو جلا رہا ہے

آزاد ہے مومن

کافر کی غلامی سے بہت شاد ہے مومن
دراصل نیا دور ہے، آزاد ہے مومن

کفار کو زحمت کی ضرورت ہی نہیں ہے
مومن کے لیے آپ ہی صیاد ہے مومن

رزمِ حق و باطل ہو تو ریشم کی طرح نرم
مومن کے مقابل ہو تو فولاد ہے مومن

کیا کیجیے حالت ہے تری لائقِ ماتم
گو قابلِ تحسیں تری تعداد ہے مومن

یہ وقت بھی اسلام پہ آنا تھا، صد افسوس
حاصل تجھے کفار کی امداد ہے مومن

جب ایک مسلماں کے لیے ڈٹ گئی ملت
وہ دور بھی شاید کہ تجھے یاد ہے مومن

پھر دادِ شجاعت کا تقاضا ہے تجھی سے
پھر زد میں ہلاکو کی وہ بغداد ہے مومن

پختون و بلوچی کوئی سندھی و مہاجر
یوں ہی تو نہیں دہر میں برباد ہے مومن

بعضے مگر ایسے ہیں جو ہیں مومنِ کامل
آخر کو تو مومن ہی اولاد ہے مومن

مردوں کی امامت بھی ہوئی زن کے سپرد اب
اب تو ہی بتا اور کیا ارشاد ہے مومن

کفار کی تقلید سے ہوتا ہے یہ محسوس
ایمان کے اقرار سے ناشاد ہے مومن

جب ہم نے کہا مومنِ اقبال کو دیکھو
کہنے لگے اقبال کی ایجاد ہے مومن

کیوں قتل کرے کافر و مشرک کو بتاؤ
ہے رحم دل، پُرامن، یا جلاد ہے مومن

لیلیٰ ہے جو مغرب، تو آشر قیس ہے مشرق
شیریں ہے اگر کفر، تو فرہاد ہے مومن

شیرِ میسور کی یاد میں

وہ شجاعت فطانت میں مشہور تھا
ضیغمِ ہند تھا شیر میسور تھا

زخمِ تیغ و تبر سے بھی مسرور تھا
نشۂ جوشِ ایماں سے مخمور تھا

ظاہری رنگ و رونق سے گو دور تھا
نورِ ایمان سے قلب معمور تھا

اس کا مقصود تھا کفر مغلوب ہو
غلبۂ دینِ حق اس کا منشور تھا

لوگ کہتے ہیں سلطان ٹیپو اسے
جس کی ہیبت سے طاغوت مفرور تھا

آج بھی رشکِ خورشید اس کے نقوش
دشمنِ تیرگی، پیکرِ نور تھا

سر اُٹھاتا نہ تھا اس کا روندا ہوا
اس کا ہر وار ایسا ہی بھرپور تھا

مست و بے خود وہ بڑھتا تھا دیوانہ وار
جب ہی تو نشۂ کفر کافور تھا

حق نوائی کا خوگر سرِدار بھی
حق ہے کتمانِ حق سے وہ معذور تھا

مردِ آزاد کی بدنصیبی یہ تھی
چند غدار لوگوں میں محصور تھا

بن گیا اس کے حق میں وہی وجہِ مرگ
امت مسلمہ کا جو ناسور تھا

دیکھ کر موت کو بھی وہ آگے بڑھا
پیچھے ہٹنا نہیں اس کو منظور تھا

ناصرِ دینِ حق تھا اثرؔ وہ جری
حق تعالیٰ کی جانب سے منصور تھا

بجٹ آنے کے بعد

لوریاں اطفال کو دیں گے وہ سوجانے کے بعد
قوم کو بہلائیں گے خود دل کو بہلانے کے بعد

ہوں گے محوِ استراحت، رہنمایانِ وطن
رہروانِ خستہ جاں کی، نیند اڑوانے کے بعد

شاہ جتلائیں گے ہمدردی فقیروں سے مگر
فقر کی تعزیر کا اعلان فرمانے کے بعد

اہلِ ایماں، نفع کی اُمید اور سودی نظام
زندگانی کی دُعا، سولی پہ لٹکانے کے بعد

اس پہ یہ دعویٰ کہ آئے گا غریبوں کا بجٹ
نرخِ ارضی کو قریبِ آسماں لانے کے بعد

مستند ہے ان کا یہ فرمانِ عالی شان بھی
کون زندہ رہ سکے گا ان کو جھٹلانے کے بعد

منتظر ہے، دم بخود ہے، جاں بلب ہے، ہر بشر
سانس آئے یا نہیں آئے بجٹ آنے کے بعد

چھوڑ دیجے ڈائیٹنگ اب، کیجیے ذکرِ بجٹ
کچھ غذا کھانے سے پہلے، کچھ غذا کھانے کے بعد

سال بھر میں دو مہینے ہی گزرتے ہیں کٹھن
اِک بجٹ آنے سے پہلے اِک بجٹ آنے کے بعد

ڈھائی گھنٹے تک بجٹ کی کاروائی دیکھ کر
گر پڑے وہ فرش پر، کچھ دیر چکرانے کے بعد

خواب میں آکر بجٹ نے کردیا بیدار پھر
سیٹھ صاحب سوگئے تھے گولیاں کھانے کے بعد

ہم کہیں کیونکر، بجٹ کا دل پہ مت لیجے اثر
گُڑ نہ کھانے کی نصیحت اور گُڑ کھانے کے بعد

امیروں کو کیا خبر

عسرت ہے کیسا جام، وزیروں کو کیا خبر
غربت ہے کس کا نام، امیروں کو کیا خبر

اِک روپیہ گر کرائے میں بڑھ جائے، ہائے ہائے
کھلتا ہے کس قدر، یہ سفیروں کو کیا خبر

دیوار و در سے چھت سے بھی آزاد ہیں غریب
یہ بات کوٹھیوں کے اسیروں کو کیا خبر

ناآشنائے شدتِ فاقہ ہیں جیسے شاہ
آسودگیٔ حال، فقیروں کو کیا خبر

ان کی تو سب ضرورتیں تکمیل پاچکیں
محتاج کتنے ہیں، یہ مشیروں کو کیا خبر

اجرت نجی ملازمین کی ہے کیوں قلیل
یہ بات شاہ خرچ وزیروں کو کیا خبر

ناقابلِ لحاظ ہے ہستی صغیر کی
کب کون مرگیا، یہ کبیروں کو کیا خبر

ان کو اِدھر نگاہ بھی کرنا نہیں پسند
پتھر ہے کتنا قیمتی، ہیروں کو کیا خبر

مجروح کرنا مدِ مقابل کو ان کا کام
گہرا ہے کتنا زخم، یہ تیروں کو کیا خبر

مومن کا لہو

کیوں چار طرف پھیلی ہوئی مشک کی بُو ہے
ڈھونڈو کہ یقیناً کہیں مومن کا لہو ہے

دنیا کی ہر اِک چیز کی قیمت میں گرانی
ارزاں ہے کوئی شئے تو مسلماں کا لہو ہے

مومن کو تو محبوب ہے مینائے شہادت
کیا بادۂ گلفام ہے کیا کیفِ سبو ہے

اِک سر ہی نہیں دار کا شوقین ہے اب تو
بے تاب شہادت کے لیے ہر بُنِ مو ہے

کیا مجھ کو خبر کارِ جہاں کی کہ یہاں اب
میں ہوں مرا محبوب ہے اور عالمِ ہُو ہے

رکھ اپنے قدم مردِ مجاہد تو سنبھل کر
کفار کی آنکھوں کا جو کانٹا ہے وہ تُو ہے

مومن کو کہیں خار بھی چبھ جائے تو دکھ ہو
عالم میں جہاں بہتا ہے وہ میرا لہو ہے

وہ دھند کہ پہچاننا مشکل ہے بشر کو
وہ غیر ہے، اپنا ہے، محبّ ہے، کہ عدو ہے

اب جلد پنپ اُٹھے گا ایمان کا پودا
یہ مجھ کو یقیں ہے مری مٹی میں نمو ہے

ہیں زیرِ قدم کفر کے ناپاک عزائم
جب تک کہ اثر شوقِ شہادت کا وضو ہے

کب تلک؟

(کراچی کے جید علمائے کرام کی مسلسل شہادتوں پر جذبات کا اظہار)

تعزیت، مرثیہ، گفتگو کب تلک
ایک موہوم سی جستجو کب تلک

کب تلک راہِ سنجیدگی سے گریز
شور و ہنگامہ و ہاؤ ہو کب تلک

سرخروئی کی خاطر مرے رہنما
خوں سے کرتے رہیں گے وضو کب تلک

خوابِ غفلت سے کب تک نہ جاگیں گے ہم
یوں ہی بہتا رہے گا لہو کب تلک

کچھ تو اقدام، کچھ تو عمل دوستو
صرف ارمان اور آرزو کب تلک

بے بسی کا جنازہ اُٹھائے ہوئے
یوں ہی پھرتے رہیں کُو بہ کُو کب تلک

تا بکہ نذرِ حکمت بصیرت ہوں ہم
اور مقابل رہے جنگ جُو کب تلک

میں نے مانا شہادت، سعادت ہے پر
طشت میں دیں سجا کر لہو کب تلک

کب تلک اشک اپنے ہی پونچھیں گے ہم
مسکرائیں گے ہم پر عدو کب تلک

جبکہ "وہ" اس سہولت سے لقمہ بنے
پھر بچیں گے بھلا، میں و تُو کب تلک

قفل لٹکائیے زبانوں پر

لطف کیا ہو غریب خانوں پر
مہربانی ہے مہربانوں پر

چیخنے والے چیختے جائیں
جوں نہیں رینگتی ہے کانوں پر

خونِ دل خامشی سے پی جائیں
تبصرہ کیا کریں بیانوں پر

مینہ صحراؤں میں برستا ہے
برق گرتی ہے آشیانوں پر

اہلِ ایمان آنکھ کا کانٹا
اور تکیہ ہے بے ایمانوں پر

ایسے وقتوں میں موت بہتر ہے
جب حمیت بکے دکانوں پر

میہمانوں کی خدمتِ بے لوث
سخت حیرت ہے میزبانوں پر

کوئی بھی آشنا نہیں محفوظ
تیر لگتے ہیں سب نشانوں پر
گردِ مسلم ہیں آج یوں کفار
لوگ ٹوٹے ہوں جیسے کھانوں پر

حبِ دنیا کراہیت از موت
بھیڑ دیکھو تو عیش خانوں پر
عقل بھی دنگ رہ جائے
ایسے الزام ہیں دوانوں پر

سر قلم کردیے گئے حق گو
قفل لٹکایئے زبانوں پر
ہے نشیمن میں اپنے آسودہ
آج شاہیں نہیں چٹانوں پر

فکرِ اقبال ہوگئی متروک
ایسی پابندیاں اُڑانوں پر
ذکر باری میں وجد طاری کیوں
اب تھرکتے ہیں لوگ گانوں پر

ورلڈ آرڈر سے کانپتے ہیں آج
دل دھڑکتے نہیں اذانوں پر
عاقبت سے نہ یوں بنو انجان
رحم فرماؤ اپنی جانوں پر

ہو اگر برباد مستقبل تو کیا؟

آ گئے ایوان میں جاہل تو کیا
ہوگیا گر پاس حسبہ بل تو کیا

بات جب ہے جبکہ ہو اس کا نفاذ
دقیانوسوں کا جو چاہے دل تو کیا

گردنِ بلی میں گھنٹی باندھے کون
آ گئے چوہے بیرونِ بل تو کیا

راہ میں ہے آتش و خوں کی ندی
آنکھ میں پھولوں کی ہے منزل تو کیا

مستند ہے صاحبِ محفل کا قول
گو مخالف ہو بھری محفل تو کیا

حال کے شیدائی ہیں اہلِ خرد
ہو اگر برباد مستقبل تو کیا

ناخدا کو ہے بھنور سے انسیت
لاکھ ہو نزدیک تر ساحل تو کیا

پھیریں گے کفرانِ نعمت سے اسے
ہوگئی رحمت اگر نازل تو کیا

ابر جب تیرہ شبی پر ہے مصر
آسماں پر ہو مہِ کامل تو کیا

ملک کی مٹی

ملکِ اسلامی کے قلعے میں ہر اک مامون ہے
ملک کا بدخواہ تو سودائی ہے مجنون ہے
ملک کا دشمن جو ہے بدبخت ہے ملعون ہے
ملک کی مٹی مرے اسلاف کی مرہون ہے
ملک کی بنیاد میں علماءِ حق کا خون ہے

بے حس و بے درد کو بھی بسمل و گھائل کیا
ایک مسلم ملک کی تحصیل کا قائل کیا
حریت کی سمت جس نے قوم کو مائل کیا
ہاں وہی طبقہ جو اب مقہور ہے مطعون ہے
ملک کی بنیاد میں علماءِ حق کا خون ہے

کون ہے جو مر مٹا اِک دولتِ ایمان پر
کون ہے جو کھیل بیٹھا بڑھ کے اپنی جان پر
کس نے واری اپنی ہستی ارضِ پاکستان پر

پوچھیے اس سے جو اس کی خاک میں مدفون ہے
ملک کی بنیاد میں علماءِ حق کا خون ہے

آج تک شاہد ہیں اس کے اے آثر اہلِ جہاں
واقعی آزادیٔ مسلم کا تھا روحِ رواں
حضرتِ اشرف علی تھانوی کا کارواں
بانی پاکستان کا، خود آپ کا ممنون ہے
ملک کی بنیاد میں علماءِ حق کا خون ہے

کب ہے پوشیدہ کسی سے سعیٔ مولانا ظفر
کس سے مخفی ہے شفیعِ وقت کا سحر و اثر
کون ہے شبیر عثمانی سے جگ میں بے خبر
روزِ روشن کی طرح اظہر یہ اک مضمون ہے
ملک کی بنیاد میں علماءِ حق کا خون ہے

شاہین کا اقبال

اس قدر چیلے بنے شیطان کے
سورہا ہے اب وہ لمبی تان کے
ہیں وہ دشمن خود ہی اپنی جان کے
دوست ہیں جو نفس اور شیطان کے
ووٹ دے سکتے نہیں ابلیس کو
وہ جو بندے ہیں فقط رحمٰن کے
کیا ہے یہ تریاقِ توبہ اس لیے؟
کھائیے زہر معاصی جان کے
مانتا ہے مولیٰ کب مومن اسے
چلتا ہے جو اپنے من کی مان کے
قتل ہوگی ہر تمنائے حرام
ہم ہیں دشمن ہر برے ارمان کے
کام کرتے ہیں فقط باتیں نہیں
واقعی جو مرد ہیں میدان کے
ہے اثرؔ شاہین کا اقبال یہ
وہ مخالف رُخ اڑے طوفان کے

امینِ صحافت

جب آئے کٹھن وقت میں شاہانِ صحافت
یک لخت لرزنے لگے ایوانِ صحافت
قارئین دُعاگو ہوئے گہرائی دل سے
جس وقت کہ خطرے میں پڑی جانِ صحافت
پھر فیصلہ واپس لیا قانون نے آخر
پھر جیت لیا صدق نے میدانِ صحافت
انصاف عدالت نے فراہم کیا برت
صد شکر کہ حل ہوگیا بحرانِ صحافت
''اسلام'' ہی سنجیدہ صحافت کا امیں ہے
''اسلام'' سے دوچند ہوئی شانِ صحافت
''اسلام'' کہ ہے سرحدِ دینی کا محافظ
اسلام ہے ''اسلام'' کا عنوانِ صحافت

''اسلام'' نے ہی لاج نبھائی ہے قلم کی
''اسلام'' نے پورا کیا پیمانِ صحافت

''اسلام'' حسین پھول ہے دنیائے ادب کا
''اسلام'' سے خوشرنگ، گلستانِ صحافت

تفسیر و احادیث و مواعظ کے شگوفے
خوشبو سے معطر ہوئے دامانِ صحافت

بچوں کا ہو اسلام یا اسلامِ خواتین
ہر رنگ میں پورا ہوا ارمانِ صحافت

الزام و بغاوت، نہ نفاق اور خوشامد
حق گوئی ہی حق گوئی ہے، ایمانِ صحافت

دریا بہاؤ اشک ندامت کے

وہ ابتلائے دوست ہو یا قدرتی عتاب
گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسا جاتا ہے جناب
ہم بن گئے ہیں، رنجش و آلام کی کتاب
ہر سمت آہ و نالے ہیں، ہر سمت اضطراب
اہلِ ھویٰ کے واسطے تفریح کا سبب
اہلِ نگاہ کے لیے عبرت کا ایک باب
جو جاچکے وہ پاچکے امن و اماں مگر
جو بچ گئے، لازم ہے اُنہیں اپنا احتساب
غفلت پہ معصیت پہ مُصر ہے بشر ہنوز
سوچا نہیں، کہ دے گا سرِ حشر کیا جواب
ٹی وی ہے، وی سی آر ہے، ڈش ہے کیبل کے ساتھ
شمشیر و سناں کی جگہ طاؤس اور رباب

عریانی و فحاشی کا طوفان، الاماں!
دیکھے کوئی شریف تو ہوجائے آب آب
لیکن کسی کا ذہن نہیں جاتا اس طرف
اعمال مؤمنین کے کس درجہ ہیں خراب
غیبت، حسد، ملاوٹ و رشوت، فریب، جھوٹ
واجب ہے ہم پہ سیلِ معاصی کا سدِباب
خود اپنی نیکیوں پہ فقط مطمئن نہ ہوں
خوئے مداہنت نہ بنے باعثِ عتاب
ہیں باوجودِ جرمِ معاصی بعافیت
ہم پر خدائے پاک کی رحمت ہے بے حساب
پیری کا انتظار حماقت ہے، دوستو!
اس خالقِ شباب پہ کردو فدا شباب
دریا بہاؤ اشکِ ندامت کے اس قدر
چھٹ جائیں آسمان سے آفات کے سحاب
امدادِ مبتلائے مصیبت ہے ہم پہ فرض
ہے اہلِ عافیت سے اثرؔ کا یہی خطاب

عید سادگی کے ساتھ

کربِ عظیم کیونکہ ہے شامل خوشی کے ساتھ
ہم عید تو منائیں مگر سادگی کے ساتھ

خوش ہو خدا پاک نہ کیوں ایسے شخص سے
غمگین کے غموں کو جو بانٹے خوشی کے ساتھ

دراصل آدمیت اسی کا تو نام ہے
دھڑکے دل آدمی کا آثر آدمی کے ساتھ

غمگین کے مساوی ملے گا اسے بھی اجر
جو تعزیت کرے گا کسی بھی دکھی کے ساتھ

خطرہ ہے خود تماشہ نہ بن جائے ایک دن
بدحال کو جو دیکھے کوئی، بے حسی کے ساتھ

اظہار اس کا کر نہیں سکتا مرا قلم
اک غم جو قلب میں ہے لبوں پر ہنسی کے ساتھ

عقبیٰ میں بالیقین جزا اس کی پائے گا
دنیا میں جو بھلائی کرے گا کسی کے ساتھ

عصیاں معاف کر دے! خدایا نہ کر گرفت!
کرتے ہیں تجھ سے ہم یہ دعا عاجزی کے ساتھ

تیرہ شبی خود اس سے گریزاں رہے نہ کیوں؟
جس کو مناسبت ہو اثرؔ روشنی کے ساتھ

کابل و بغداد میں

قتل و غارت آج کیوں ہے کابل و بغداد میں
تیرگی کا راج کیوں ہے کابل و بغداد میں

اہلِ باطل نے مہیا کردیا انصاف گر
تختِ حق تاراج کیوں ہے کابل و بغداد میں

ایشیا پر حکمرانی تیل کی لالچ ہے بس
کام کیا ہے کاج کیوں ہے کابل و بغداد میں

منصفِ دوراں کے شیدائی سے ہے میرا سوال
ظلم کا اب راج کیوں ہے کابل و بغداد میں

کیا ہوا شاہانِ باطل کیوں پھسل کر گر گئے
شیطنت بے تاج کیوں ہے کابل و بغداد میں

جب تُو تنہا دعوے دار بادشاہت ہے تو پھر
غیر کا محتاج کیوں ہے کابل و بغداد میں

ناز تھا طاقت پہ تجھ کو لیکن اب تو سوچ لے
درگتِ افواج کیوں ہے کابل و بغداد میں

کیا ہے ہم نے

جانِ جاناں سے جو پیمان کیا ہے ہم نے
خود کو بھی جان سے انجان کیا ہے ہم نے

حُبِّ محبوب میں کچھ ایسا دکھایا ہے جنوں
عقل والوں کو بھی حیران کیا ہے ہم نے

کوئی حرکت بھی نہ ہو جنبشِ ابرو کے خلاف
خود کو یوں تابعِ فرمان کیا ہے ہم نے

ہیں جو بدخواہ سمجھتے ہی نہیں راز اس کا
خیرخواہوں کو جو مہمان کیا ہے ہم نے

دانے کو دیکھ کے دانائی سے منہ موڑا ہے
خود کو یوں ہی نہیں نادان کیا ہے ہم نے

سیفٹی سیٹ کی دشوار ہوئی جاتی تھی
مسئلہ اصل میں آسان کیا ہے ہم نے

کسی انسان سے پہنچے نہ کہیں ہم کو گزند
اک درندے کو نگہبان کیا ہے ہم نے

جو ہیں بے نام و نشاں ان کو نہیں چھیڑا کبھی
شان والوں کو پریشان کیا ہے ہم نے

ہے وہ اندھا جو چلے عالمی رائے کے خلاف
سارے عالم میں یہ اعلان کیا ہے ہم نے

محنت و جہد و تگ و دو سے دلائی رخصت
اپنے محسن پر یہ احسان کیا ہے ہم نے

ہے یہ اُمید کہ مقبول یہ قربانی ہو
بُزِ فربہ کو جو قربان کیا ہے ہم نے

تاکہ محبوب کو جاں لینا بھی دشوار نہ ہو
جمع خود قتل کا سامان کیا ہے ہم نے

قاتل مسیحا

بے ثمر، بارِ دگر نخلِ تمنا نکلا
آرزو، خواہش و ارماں کا جنازہ نکلا

روک پایا نہ ہنسی کوئی تماشائی بھی
جو مداری تھا وہی اصل تماشا نکلا

اپنی کل قوت و طاقت کو اکٹھا کر کے
اس نے جب کھودا پہاڑوں کو تو چوہا نکلا

وہ مریضوں کو شفایاب بھلا کیا کرتا
اپنی ہی زیست سے مایوس مسیحا نکلا

میڈیا والوں نے کر ڈالا اسے افسانہ
بے خودی میں مرے ہونٹوں سے بھلا کیا نکلا

سب سے اچھے نے کہا اچھا، ملی شاباشی
اس حوالے سے نتیجہ بڑا اچھا نکلا

میرے اپنے تو مری جان کے دشمن نکلے
میرا قاتل ہی مرے حق میں مسیحا نکلا

اب تو کافر بھی کیا کرتے ہیں میری مدحت
میری تعریف میں چرچوں سے بھی پرچہ نکلا

معزز صحافی برادران سے خطاب

علم ہو مومنِ خوددار کا اب
قلم ہو مسلمِ بیدار کا اب
ہلے دل مجمعِ کفار کا اب
ہو جذبہ جعفرِ طیار کا اب
نہ ہو خائف کبھی اظہارِ حق سے
ہے دور آزادیٔ اظہار کا اب
صحافت کو صداقت لازمی ہے
تقاضا ہے یہی کردار کا اب
سلف جب پیکرِ صدق و صفا تھے
بھرم قائم رکھو اقدار کا اب
کرو تعمیر امت کی، تمہارا
ہے رتبہ قوم کے معمار کا اب

دوائے ذہنِ ناپختہ ہو تحریر
علاج اس سے کرو بیمار کا اب

لگاؤ ضرب، باطل قوتوں پر
قلم سے کام لو تلوار کا اب

پیام اب مخبرِ صادق کا پھیلے
یہی مقصد بنے اخبار کا اب

کریں اہلِ قلم سب رشک تم پر
بناؤ خود کو اس معیار کا اب

اسے گردانو اک فرضِ مقدس
نہ سمجھو حصہ کاروبار کا اب

حقائق کا دِکھاؤ آئینہ تم
قصیدہ مت پڑھو دربار کا اب

اثرؔ زندہ ہوں اسلامی شعائر
یہی مقصود ہو اشعار کا اب

یہ ادنیٰ تقاضا ہے

نکالا ہے جنازہ پہلے ہی یاروں نے سنت کا
سو اب قانون بھی بدلیں گے توہینِ رسالت کا

مزہ وہ چکھ نہیں سکتا ہے ایماں کی حلاوت کا
نبی ﷺ سے گر نہ ہو رشتہ عقیدت کا محبت کا

بڑا نازک ہے یہ موضوع، ناموسِ رسالت کا
کہ یہ تو اجتماعی مسئلہ ہے پوری امت کا

ابھی تک دہر میں موجود ہیں بوجہل کے شاگرد
ابھی تک پھول کے پہلو میں ہے کانٹا جہالت کا

گریزاں ہوں جو شہرِ علم سے بوجہل کے شاگرد
تو ایسی عقل میں فقدان ہے فہم و فراست کا

قبول آخر دباؤ کس لیے اہلِ جہاں کا ہو
ہوا کرتا ہے جب قانون اپنا ہر ریاست کا

جہاں اغیار ہوں برہم، وہاں پر مصلحت کوشی
جہاں اپنے مقابل ہوں، وہاں اظہار جرأت کا

مسلط مت کرو اہلِ نظر پر یوں شبِ تیرہ
بھڑک جائے نہ پھر شعلہ کہیں شوقِ شہادت کا

ہماری جان خریدی ہے خدا نے خُلد کے بدلے
جبھی سودا نہیں کرتے ہیں ہم دینی حمیّت کا

مرے سرکار کو دیکھے نہ میلی آنکھ سے کوئی
نہ ہرگز اس طرح دشمن بنے اپنی بصارت کا

اسی کا مستحق ہے وہ کہ جائے اگلی دنیا میں
کرے اظہار خود اپنی زباں سے جو شقاوت کا

نبی کی شان پر قربان کردیں جان بھی اپنی
کہ یہ ادنیٰ تقاضا ہے اثرؔ عشقِ نبوت کا

مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام

قبلۂ اول وہ ایماں کی بہار
گلشنِ اقدس وہ نبیوں کا دیار
حضرت اسحاق کی وہ یادگار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

وجہِ رفعت، باعثِ عز و وقار
آبشارِ رحمتِ پروردگار
دل پکار اٹھا اٹھا بے اختیار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

وہ دریدہ جسم و جان و دل فگار
دیکھ کر امت کی حالت، بے قرار
پھر اسے ایوبی کا ہے انتظار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

شاعر و فنکار ہیں غفلت شعار
تاجرِ امت ہیں محو کاروبار
کاش! اُتر جائے یہ غفلت کا خمار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

اُمتِ مسلم میں برپا انتشار
خوابِ غفلت میں ہیں اہلِ اقتدار
اور جو ہیں مخلص وہ ہیں بے اختیار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

کیا سنائیں تجھ کو اپنا حالِ زار
ترک کر کے رہ گزارِ کوئے دار
ہو رہے ہیں دہر میں رسوا و خوار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

ہیں مسلماں کسمپرسی کا شکار
کر رہے ہیں دوسروں پر انحصار
دشمنِ جاں کو بنا رکھا ہے یار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

کس قدر بے بس ہیں تیرے جاںنثار
سُن رہے ہیں ہر نفس تیری پکار
پھر بھی ہیں عشاقِ جانِ مستعار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

کرگسِ مُردار محوِ انتظار
شاہبازِ بے حمیّت پر سوار
اُمتِ مرحوم کا زندہ مزار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

ذکر یوں کرتا ہوں تیرا بار بار
ہے اثرؔ کو تیرے ہر ذرّے سے پیار
تجھ پر رَبّ کی نعمتیں ہوں بے شمار
مسجدِ اقصیٰ کی عظمت کو سلام
گنبدِ صخرہ کی رفعت کو سلام

لکھ رہا ہوں میں لہو سے داستانِ قدس کو

بدر کا مارا ہوا، خیبر کا دُھتکارا ہوا
ہاں وہ مغضوبِ علیھم ربّ کا پھٹکارا ہوا

کر رہا ہے مستقل نقشِ قدم کی پیروی
جب ہی تو چیلہ، گرو کی آنکھ کا تارا ہوا

باطناً خارِ مغیلاں ظاہراً رشکِ گلاب
دل میں مخفی شر، زباں پر امن کا نعرہ ہوا

انسدادِ شر میں یہ تاخیر کا انجام ہے
کل جو چنگاری تھی دیکھو آج انگارہ ہوا

دشمنی صدیوں کی بدلی، دوستی میں خیر سے
ضالینِ وقت کو مغضوب پھر پیارا ہوا

کیا توقع ہو وہاں پر عدل اور انصاف کی
ظالم و جابر جہاں مظلوم بے چارہ ہوا

کارآمد کیوں نہ ہوں پھر سازشیں مکار کی
برسرِ پیکارِ باطل جب کہ ناکارہ ہوا
لکھ رہا ہوں میں لہو سے داستانِ قدس کو
کوئی فریادی ہو جیسے زندگی ہارا ہوا
اے اثرؔ تم خود بتاؤ اب کسے آواز دے
دشمنوں کا زخم خوردہ، دوست کا مارا ہوا

صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

زمیں حیراں ہے ساکت آسماں ہے
فضاؤں سے بھی تاریکی عیاں ہے
تأسف کا تحیر کا سماں ہے
سراپا مسجدِ اقصیٰ فغاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

جسے خیبر سے دھتکارا، وہی ہے
یہی ہے، دُشمنِ مسلم یہی ہے
متاعِ دین و ایماں لٹ رہی ہے
مگر غافل حرم کا پاسباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

ہے موقع دامنِ عصیاں کو دھولو!
اگرچہ تُرش ہو، حق بات بولو!
مسلمانو! خدارا آنکھیں کھولو!
سنو! القدس سے تم کو اذاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

بہت دُشوار امت پر گھڑی ہے
تباہی اس کے دروازے کھڑی ہے
ضعیفوں کو سیاست کی پڑی ہے
مگن کھیلوں میں اپنا نوجواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

عرب کے پاس دولت کا ذخیرہ
عجم کے پاس ایٹم بم کا ہیرا
یہی کیا اہلِ حق کا ہے وطیرہ
زباں رکھتے ہوئے بھی بے زباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

نہتوں پر مظالم ڈھا رہا ہے
یہودی بزدلی دکھلا رہا ہے
یہ گیدڑ شہر کی سمت آ رہا ہے
خود اپنی موت کی جانب رواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

فقط باتوں کا کوئی پھل نہیں ہے
اثرؔ یہ مسئلے کا حل نہیں ہے
مسلماں کی جبیں پر بل نہیں ہے
یہ کیا ناواقفِ سود و زیاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

گلچیں کی ادا

نخلِ توقعات کہ لمحوں میں جل گیا
لہجہ وہ ترش اہلِ وفا کو بھی کُھل گیا
پاؤں تلے زمین بھی اس کے نکل گئی
جو کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

باقی ہے اک طویل سفر راہِ عشق میں
محبوب کا مزاج ابھی سے بدل گیا
ہر جائیوں کی لکھی ہے قسمت میں تیرگی
لو آفتاب دعوئ الفت کا ڈھل گیا

کہتے ہیں لوگ اس کو بھی گلچیں کی اِک ادا
جوں ہی گلِ شگفتہ کو دیکھا مسل گیا
بدسیرتی سے لوگ چلے اس کے ساتھ ساتھ
وہ خوبصورتی سے نئی چال چل گیا

رکھنے لگا خود اپنے توازن کو برقرار
عاقل وہ ہے جو گرنے سے پہلے سنبھل گیا

حرمین و ملک پاک میں اغیار کا وجود
گویا کہ آستین میں اِک سانپ پل گیا

اب سر کھجا رہے ہیں کہ جب سر پہ آئی ہے
سمجھے تھے ''سر'' کہ سر پہ جو خطرہ تھا ٹل گیا

اقدام غلط ہے

پالیسی تعصب کی ہے اقدام غلط ہے
ظالم کا تو دنیا میں ہر اک کام غلط ہے

سوچو کہ تباہی کا یہ آغاز ہوا کیوں؟
دیکھو کہ غلط کام کا انجام غلط ہے

منزل ہے تری ذلت و رسوائی کی کھائی
اندازِ سفر تیرا بہرگام غلط ہے

تنقید کیا کرتا ہے اوروں کے عمل پر
وہ جس کا کہ دنیا میں ہر اک کام غلط ہے

جو تیری غلامی نہ کرے بس ہے برا وہ
قذافی غلط ہے کبھی صدام غلط ہے

تو چاہتا ہے دَہر سے مسلم کو مٹانا
پھر کیوں نہ کہوں تیرا پروگرام غلط ہے

خود اپنے گریباں میں جھانکے تو خبر ہو
شرفاء پہ یہ تخریب کا الزام غلط ہے

تو قوتِ طاغوت کا سرچشمہ ہے بے شک
ابلیس بچارہ یونہی بدنام غلط ہے

گر دوسرے کرتے ہیں جرائم بھی، تو چھپ کر
تیرا تو ہر اک فعل سرعام غلط ہے

جو دوست سے حاصل ہو، ہے وہ زخم بھی محبوب
دشمن سے جو ملتا ہے وہ انعام غلط ہے

ہاں شرک ہے سر غیر کے قدموں پہ جھکانا
جس طرح اثر سجدۂ اصنام غلط ہے

ترچھی نظر سے دیکھنے والو

مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو
خود اپنی آنکھ کا تنکا نظر آتا نہیں تم کو
اگرچہ دیکھتے ہو دوسروں کی آنکھ کا شہتیر
مگر کردار خود اپنا ہی شرماتا نہیں تم کو
تمہاری جارحیت نے مجھے مجبور کر ڈالا
وگرنہ آئینہ ہرگز میں دکھلاتا نہیں تم کو
مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

تم ایسے گیدڑ و بزدل کو یہ جرأت ہوئی کیسے
تمہیں تو خوف آتا ہے اَجل کے تذکرے سے بھی
تمہیں پھر موت سے ٹکرانے کی ہمت ہوئی کیسے
تمہارا جسم تو سب سود کا مرہونِ منت ہے
تمہیں مردار کھانے سے بھلا فرصت ہوئی کیسے
مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

کبھی اپنے گریبانوں میں بھی منہ ڈال کر دیکھو
کہ حریت پسندوں کو تو دہشت گرد کہتے ہو
کبھی ہیروشیما و ناگاساکی کا بھی شر دیکھو
بظاہر دعوئ ہمدردئ مظلوم ہے لیکن
ذرا بوسنیا کی سمت بھی تو اک نظر دیکھو
مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو
تمہیں کشمیر کا ہندو دکھائی کیوں نہیں دیتا
تمہیں کیا بابری مسجد کے ڈھانے کا نہیں ہے علم
تمہارا عدل ایسے میں دہائی کیوں نہیں دیتا
تمہیں معلوم ہے کیا کچھ ہوا ارضِ فلسطین پر
تمہیں یہ نوحۂ مسلم سنائی کیوں نہیں دیتا
مسلماں کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

خودسروں کے دیس میں

خود سروں کے دیس میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے
ہو نہ گر ہمسر کوئی تو سر پھرا چھاجاتا ہے
بے سہارا جب کسی مظلوم کو پاجاتا ہے
منہ میں پانی اس کو بے بس دیکھ کر آجاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

اس کے منہ کو اہل ایماں کا لگا اب خون ہے
نشۂ طاقت میں وہ وحشی بنا مجنون ہے
جس کی لاٹھی اس کی بھینس اب تو یہی قانون ہے
ناتواں ہو۔ جو بھی کوئی اس کو لوٹا جاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

نگریٔ اندھیر چوپٹ راج کی تیاری ہے
اور اِدھر تو اپنی اپنی جان سب کو پیاری ہے
آج اِس نے جاں بچائی کل کو اُس کی باری ہے
ایک اک کرکے درندہ خون پیتا جاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

جب مسلمانانِ عالم فرقوں میں بٹ جاتے ہیں
شاہراہِ سنت سرکار ﷺ سے ہٹ جاتے ہیں
کلمے کی مضبوط زنجیروں سے جب کٹ جاتے ہیں
بارہا یہ منظرِ دل دوز دیکھا جاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

یہ بھی کیا انسانیت ہے بطن بس اپنا بھرے
دوسروں کا غم نہیں ہو فکر بس اپنی کرے
ہم رہیں زندہ اگرچہ بھائی بھی اپنا مرے
خود غرض اپنی سزا خود ایک دن پاجاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

غیرممکن ہے کسی میں حملے کی ہمت رہے
اُمتِ مسلم میں قائم گر اثر وحدت رہے
گرچہ قوت کم ہو لیکن اجتماعیت رہے
بکریوں کا دیکھ کر ریوڑ وہ گھبرا جاتا ہے
بکری تنہا ہو تو ظالم بھیڑیا کھا جاتا ہے

خواب کی تعبیر

ہوگا حاصل تو وہی لکھا ہے جو تقدیر کا
آدمی تو بس مکلّف ہے فقط تدبیر کا

پھر شبِ تاریک کے ڈھلنے کے ہیں آثار اب
پھر نگاہوں میں ہے منظر صبح کی تنویر کا

مملکت اسلامیہ کا اوّلیں مقصد تھا یہ
جرم تو ہم سے ہوا بے شک بہت تاخیر کا

رفتہ رفتہ ہو ہی جائے گا شریعت کا نفاذ
وقت آیا چاہتا ہے خواب کی تعبیر کا

منہ کے بل گر کر رہیں گے پھر بُتانِ آزری
پھر زمانہ آرہا ہے نعرۂ تکبیر کا

کھارہی ہے قوتِ طاغوت پیچ و تاب پھر
بول بالا ہورہا ہے دینِ عالمگیر کا

ہیں کروڑوں اہلِ ایماں کے مقابل چند لوگ
گویا یہ بھی فیصلہ ٹھہرا کسی جاگیر کا
ہم نے ہر خوش شکل سے اُمید اچھی باندھ لی
دوسرا رُخ ہم نے دیکھا ہی نہیں تصویر کا
حق تو یہ ہے حق کی خاطر حلق پر خنجر چلے
حق جبھی ہوگا ادا تقریر کا تحریر کا

ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

کیفیت طاری کی ایک ہی جام نے
کردیا مستعد ایک پیغام نے
کرلیا فیصلہ ان کے خدام نے
جائیں گے دستِ کفار کو تھامنے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

ہے اسے تو سروکار بس تیل سے
لاکھ چاہا کہ کترائیں اس فعل سے
اپنا دامن بچے اس لہو کھیل سے
کردیا اس پہ مجبور انعام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

سودا صد فیصدی ہے یہ نقصان کا
دونوں جانب خسارہ مسلمان کا
پھر بہے گا لہو اہلِ ایمان کا
پھر تماشا کیا اہلِ اسلام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

ناک در پر ہمارے ہی گھستا رہے
یہ مسائل کی چکی میں پستا رہے
اس کے ہر زخم سے خون رستا رہے
ایسی سازش کی مغرب کی اقوام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

زیرِ لب مسکرائیں گے اغیار پھر
ہم سروں کے لگائیں گے بازار پھر
جگ میں مشہور ہوں گے وفادار پھر
سرخرو کردیا اس پروگرام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامے

فرمانبردار ہیں لب کو کھولیں بھی کیوں
ہم کہ سوچیں بھی کیا، ہم کہ بولیں بھی کیوں
جان کا خطرہ آخر کو مولیں بھی کیوں
ایسا بے حس کیا عیش و آرام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

عاقل اب لے کے دیوانہ پن جائیں گے
بالمقابل مسلماں کے تن جائیں گے
کافروں کے لیے ڈھال بن جائیں گے
پھر سے فرما دیا اعلیٰ حکام نے
ہوں گے پھر مسلمیں آمنے سامنے

مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں

غیر کی آنکھوں میں تابندہ ہوں تیرے سامنے
قوم کا اپنی نمایندہ ہوں تیرے سامنے
تو ہے خستہ اور میں زندہ ہوں تیرے سامنے
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

یہ عقیدہ ہے مرا اور یہ مرا ایمان ہے
تو ہی میرا قبلۂ اوّل ہے میری شان ہے
تیرے اک اک ذرے پہ قربان میری جان ہے
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

امتِ مسلم کی ناؤ یوں ہی تو ڈوبی نہیں
عیش کی خامی ہے، جدوجہد کی خوبی نہیں
کیا کہوں کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

زیست کی میری وہی زینت ہے باقی تا ہنوز
ذبح ہوتے ہیں مرے آگے عراقی تا ہنوز
تشنہ کام و بے خبر ہے میرا ساقی تا ہنوز
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

نامور جو تھے کبھی بے نام ہیں بے ننگ ہیں
آنکھ پر غفلت کے پردے اور دلوں پر زنگ ہیں
جو ترے فرزند تھے وہ کافروں کے سنگ ہیں
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

مکر و دھوکے کی دُکاں میں جھوٹ کے بازار میں
سچ کو ڈھالوں کس طرح پیرایۂ اظہار میں
میں کہ ہوں آزاد اور تو قبضۂ کفار میں
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

ظلم و جبر و جارحیت پر ہے ہر ہر آنکھ نم
دل میں اک آتش فشاں سے کم نہیں ہے تیرا غم
خوں اُگلتا ہے اسی خاطر اثرؔ میرا قلم
مسجدِ اقصیٰ میں شرمندہ ہوں تیرے سامنے

ملکی مفاد میں

بھائی کو ذبح کر دیا ملکی مفاد میں
آنگن لہو سے بھردیا ملکی مفاد میں

پروازِ کرگسی میں معاون بنے رہے
شاہیں کا پر کتر دیا ملکی مفاد میں

اخراجِ دوستاں میں تھی مضمر فلاحِ قوم
دُشمن کو مستقر دیا ملکی مفاد میں

جھولی میں ڈالا وانا کا دانا سمیٹ کر
دامن عدو کا بھر دیا ملکی مفاد میں

گردانا حرفِ آخری بہتانِ غیر کو
الزام خود پہ دھر دیا ملکی مفاد میں

پیروں تلے زمین بھی باقی نہیں رہی
کچھ یوں سجا کے سر دیا ملکی مفاد میں

صحنِ چمن کو راکھ کیا باغباں نے خود
صیاد کو شرر دیا ملکی مفاد میں

پائی ہیں رہرووں نے شہادت کی منزلیں
رہزن نے راہبر دیا ملکی مفاد میں

CamScanner

کب جاگیں گے دیوانے؟

پھر اسرائیل آیا ظلم کی تاریخ دہرانے
لگا ہے بے کسوں پر ایٹمی ہتھیار برسانے
مگر چپ سادھ رکھی ہے مظالم پر بھی دنیا نے
مسلماں کو پکارا ہے در و دیوارِ اقصیٰ نے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

اُدھر ہیں گولہ و بارود و میزائل، اِدھر پتھر
اُدھر ہے ایٹمی طاقت، اِدھر ہیں خالی ہاتھ اکثر
مظالم ڈھا رہا ہے ایک بزدل پھر نہتوں پر
ٹپکتا ہے لہو مسلم کا پہنے لاکھ دستانے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

بہایا خون اس نے اہلِ حق کے رہنماؤں کا
بھرم اب کھل گیا ہے کل جہاں میں پارساؤں کا
گرو تو خود بھی دیوانہ ہے چیلے کی اداؤں کا
غلاموں کے سروں پر ہاتھ پھیرا ان کے آقا نے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

مجھے بھیجا تھا دُشمن نے اگرچہ خوں میں نہلاکر
مگر راحت ہی راحت ہے یہاں خود دیکھ لو آ کر
صدا دی ہے شہیدِ احمدِ یٰسین نے جاکر
کہاں ہیں شمعٔ توحید کے بے لوث پروانے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

ہمارے صبر کا پیمانہ جب لبریز ہوتا ہے
تمہیں معلوم ہے پھر معرکہ خونریز ہوتا ہے
نشہ شوقِ شہادت کا بہت ہی تیز ہوتا ہے
وہ پھر لاتوں سے مانے گا جو باتوں سے نہیں مانے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

بنا دنیا میں امن و آشتی کا جو پرندہ ہے
مسلمانوں کی لاشوں کو گراکر اب بھی زندہ ہے
یقیناً پشت پر روباہ کی دستِ درندہ ہے
کھلی چھٹی عطا کی ہے بغل بچوں کو بابا نے
اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

غلامی کی خواریاں

رقیبوں سے دن رات دلداریاں ہیں
محبّ کے مقدر میں بیزاریاں ہیں

ستم ہائے محبوب، اپنوں پہ پیہم
جفاکاریاں ہی جفاکاریاں ہیں

ستم اس سے بڑھ کر کہ غیروں سے ہر دم
وفاداریاں ہی وفاداریاں ہیں

کہا باغباں نے چمن دیکھتے ہی
یقیناً یہ گلچیں کی گلکاریاں ہیں

عدو پر ہے تکیہ، نظر غیر پر ہے
کہاں مردِ مؤمن کی خودداریاں ہیں

امیدِ وفا بے وفاؤں سے کب تک
کھلی مہربانوں کی عیاریاں ہیں

اِدھر ہیں خلوص و اطاعت کے پیکر
اُدھر دوغلاپن ہے مکاریاں ہیں
تھی پیشِ نظر اقتصادی ترقی
مگر برقرار اپنی ناداریاں ہیں
کبھی سر جھکانا کبھی پاؤں پڑنا
غلامی میں سچ ہے بڑی خواریاں ہیں

ہم تو مرجائیں گے ہمارا کیا

پھر رہے گا کوئی تمہارا کیا
ہم تو مرجائیں گے ہمارا کیا

دستِ گل چیں میں انتظامِ چمن
آنکھ دیکھے گی یہ نظارہ کیا

خالقِ بحر جب کہ ہو ناراض
ایک تنکے کا پھر سہارا کیا

پھیر لیں ہم نے اپنوں سے آنکھیں
غیر نے کردیا اشارہ کردیا

جس کی تحصیل دسترس میں نہ ہو
ایسے منظر کا پھر نظارہ کیا

آپ کو بے وفا کہے کوئی
آپ کرلیں گے یہ گوارا کیا

قول تو کچھ ہے اور فعل ہے کچھ
کام تو کیا ہے اور نعرہ کیا
جو زمیں میں امان دے نہ سکے
توڑ کر لائیں گے ستارہ کیا
اپنی بے چارگی پہ روئیں ہم
اور اس کے سوا ہے چارہ کیا
دیکھیں گر آئینہ تو ہو معلوم
خود کو ہم نے بھی ہے سنوارا کیا
قبلِ فعلِ شنیع سوچا جائے
نیک کاموں میں استخارہ کیا

اے مری جان مری ماں پریشان نہ ہو

ترا دنیا پہ ہے احسان پریشان نہ ہو
روز افزوں ہے تری شان پریشان نہ ہو
اب نہ ہو خود پہ پشیمان پریشان نہ ہو
ہوجا انجام سے انجان پریشان نہ ہو
اے مری جان مری ماں پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو
چند افواج کے مرجانے سے کیا ہوتا ہے
آئے دن زخم کو سہلانے سے کیا ہوتا ہے
نعش کو آگ میں سلگانے سے کیا ہوتا ہے
میڈیا والوں کے چِلّانے سے کیا ہوتا ہے
اے مری جان مری ماں پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

قدر ڈالرز کی گرتی ہے تو گرجانے دو
چھائے گر بغض و عداوت کی گھٹا چھانے دو
اور ابھی کابل و بغداد کو جوش آنے دو
''خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو''

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

تیری قسمت میں جفا تھی تو کوئی بات نہیں
یہی مرضیٔ خدا تھی تو کوئی بات نہیں
ساتھ گر چھوڑ دیں ساتھی تو کوئی بات نہیں
تنہا رہ جائے جو ہاتھی تو کوئی بات نہیں

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

جیتنا پھر سے الیکشن کا مبارک ہو تجھے
کھودنا اپنے ہی مدفن کا مبارک ہو تجھے
جھونکنا جنگ میں آنگن کا مبارک ہو تجھے
پھونکنا اپنے نشیمن کا مبارک ہو تجھے

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

اقلابوا کی طرح پیچ میں پڑتے رہنا
ہو جو مظلوم مقابل تو اکڑتے رہنا
اپنے بخیے کو بہرطور اُدھڑتے رہنا
آخری سانس تلک رزم میں لڑتے رہنا

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

پورا ہوجائے گا اک روز تقاضا تیرا
تیرے چہرے سے اُتر جائے گا غازہ تیرا
وجہِ ناسور بنے گا غمِ تازہ تیرا
دہر میں دھوم سے اُٹھے گا جنازہ تیرا

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

اہل دنیا نے بڑی دیر میں جانا تجھ کو
چاہیے خون بہانے کا بہانہ تجھ کو
جلد تاریخ بنادے گی فسانہ تجھ کو
تاابد یاد کرے گا یہ زمانہ تجھ کو

اے مری جان مری مان پریشان نہ ہو
تجھ پہ قربان ہے شیطان پریشان نہ ہو

احکامِ شریعت

لوگوں پہ گراں بار ہے پیغامِ شریعت
پسماندہ نظر آتے ہیں احکامِ شریعت

ہیں جبکہ مرے دوستو احکامِ شریعت
کُل اہلِ جہاں کے لیے انعامِ شریعت

جب آنکھوں میں لہرائیں فقط شیشہ و ساغر
کب حلق سے اُترے گا بھلا جامِ شریعت

بیزار ہے ایسوں سے شریعت بھی یقیناً
شرماتے ہیں جو لیتے ہوئے نامِ شریعت

ہر ایک کا منصب ہی نہیں دین کی تشریح
تشریح نہیں ہے وہ ہے الزامِ شریعت

کیونکر وہ اُٹھاتے ہیں جہاں بھر کی تکالیف
راس آتا نہیں کیا انہیں آرامِ شریعت

مٹ جائیں گے خود آپ غلامانِ فراعین
زندہ ہیں ابھی دہر میں خدامِ شریعت

جو چشمِ حقیقت کو رکھیں بند بہر طور
کھلتے ہی نہیں ان پہ دروبامِ شریعت

پاکیزگیٔ قلب سے محروم رہے گا
باندھے گا نہیں گر کوئی احرامِ شریعت

ہمیں آزمانے کی کوشش نہ کرنا

خبردار کرتے ہیں تم کو مسلماں کہ ہتھیار اٹھانے کی کوشش نہ کرنا
تمھیں پھر ہزیمت اٹھانا پڑے گی، ہمیں آزمانے کی کوشش نہ کرنا

بہت لکھ چکے ظلم کی داستانیں، بہت دے چکے اہلِ حق اپنی جانیں
تمہارے درندے یہ مانیں نہ مانیں، مگر ظلم ڈھانے کی کوشش نہ کرنا

ملو امن سے گر تو میں بھی ملوں گا، مگر دینِ حق کا نہ سودا کروں گا
میں ایوانِ باطل کو اب پھونک دوں گا، مرا گھر جلانے کی کوشش نہ کرنا

دیا آشتی کا جلانا پڑے گا، قدم تم کو پیچھے ہٹانا پڑے گا
وگر نہ خسارہ اٹھانا پڑے گا، حماقت دکھانے کی کوشش نہ کرنا

چکھادیں گے ہولی کا تم کو مزا بھی، کہ برداشت کی ہے کوئی انتہا بھی
اگر تم میں انسانیت ہے ذرا بھی، تو اب خوں بہانے کی کوشش نہ کرنا

جلانے جو آئے گا خود ہی جلے گا، کہ دشمن خدا کا نہ پھولے پھلے گا
زمانے میں سکہ ہمارا چلے گا، ہمیں اب مٹانے کی کوشش نہ کرنا

وہی جس سے لرزاں تھے کفارِ عالم، ہے بیدار اب پھر وہ خوابیدہ ضیغم
تمہارے عزائم سے غافل نہیں ہم، نئے گل کھلانے کی کوشش نہ کرنا

ہے بنت عنب تم کو مرغوب جیسی، شہادت ہے مومن کو محبوب ایسی
بھلا جان دینے میں پھر دیر کیسی، اجل سے ڈرانے کی کوشش نہ کرنا

مسلماں کی تاریخ تم جانتے ہو، مسلماں کی شوکت بھی تم مانتے ہو
حقیقت اگر اپنی پہچانتے ہو، تو نظریں ملانے کی کوشش نہ کرنا

مرا فلسفہ بے معانی نہیں ہے، فقط جمع خرچی زبانی نہیں ہے
حقیقت ہے کوئی کہانی نہیں ہے، بس اب آزمانے کی کوشش نہ کرنا

جہالت کی انتہا

معصوم ذات پر ہے غلاظت کی انتہا
خود کہیے کیا نہیں ہے یہ نفرت کی انتہا

اک ہم کہ دوستانے میں حد سے گزر گئے
اک وہ کہ کررہے ہیں عداوت کی انتہا

بوجہل کی جو نسل ہے زندہ ہے آج بھی
وہ اب بھی کررہی ہے جہالت کی انتہا

محبوبِ ربِ کعبہ پہ کیچڑ اُچھالنا
ہے پیشِ اہلِ عقل حماقت کی انتہا

انجامِ دُشمنئ خدا سوچ لیں ذرا۔
کرتے ہیں جو نبی ﷺ سے رقابت کی انتہا

آغاز ہونے والا ہے ربّ کے عذاب کا
کردی ہے بے حسوں نے شقاوت کی انتہا

مغضوب منتظر ہیں خدا کے غضب کے اب
جب ہی تو کر رہے ہیں شرارت کی انتہا

ہے باوجودِ گمرہی دعوئ رہبری
کرتے ہیں ضالین ضلالت کی انتہا

ارض و سما کی حد سے تو ممکن نہیں خروج
جو کر رہے ہیں ربّ کی بغاوت کی انتہا

ایمان والے پی گئے یہ زہر بھی اگر
پیغامِ مرگ ہوگی یہ غفلت کی انتہا

ہے ابتدائے جنگِ صلیبی کا ایک وار
اسلام سے یہ بغض و عداوت کی انتہا

برداشت کی بھی حد کا تعین ہے آخرش
دنیا میں ہے کوئی تو شرافت کی انتہا

ذرا سوچ سمجھ کر

اے دوست قدم اپنے بڑھا سوچ سمجھ کر
یہ بارِ امانت ہے، ذرا سوچ سمجھ کر

انگلی نہ اُٹھے خضر سی صورت پہ کسی کی
اسلام کے پرچم کو اُٹھا سوچ سمجھ کر

اپنے کہیں ناراض نہ ہو جائیں مرے دوست
اغیار کو پہلو میں بٹھا سوچ سمجھ کر

گو عارضی لذت ہے مگر باطنی کلفت
چکھنا ذرا کرسی کا مزہ سوچ سمجھ کر

باطن کی کریں فکر، غمِ بطن سے اعراض
ہو فیصلہ اچھا کہ بُرا سوچ سمجھ کر

اُمت ابھی دوچار ہے امراضِ کہن سے
تجویز کرو اس کی دوا سوچ سمجھ کر

آسان نہیں منزلِ مقصود کی تحصیل
دشوار ہے یہ راہِ وفا سوچ سمجھ کر

تعصّبات کے بت کو گرائیے

اسلام کے نفاذ کا بیڑا اُٹھائیے
حسن عمل سے اپنے وطن کو سجائیے
مخلوق کے دلوں میں مگر حکمراں رہیں
لازم نہیں کہ آپ حکومت بنائیے

اعراض جو کرے تو بنیں اس سے بے نیاز
میلان جس کا دیکھئے اس کو ملائیے
کیجے خدارا! شاہی مصارف میں کچھ کمی
اس طرح اپنے ملک سے غربت مٹائیے

تعمیر کیجے بعد میں وحدانیت کے پل
پہلے تعصّبات کے بُت کو گرائیے
لیجیے نہ انتقام کسی بھی رقیب سے
محبوب بننا ہے تو محبت لٹائیے

CamScanner

کیجے نہ انحراف نظریات سے کبھی
اسلاف کی جو ساکھ ہے اس کو بچایئے

ہیں فاصلے امیروں غریبوں کے درمیاں
جتنا بھی جلد ہوسکے ان کو مٹایئے

آیندہ بھی گر آپ کو ہونا ہے منتخب
جو کچھ کہا ہے آپ وہ کرکے دکھایئے

دیکھتے ہیں اہل ایماں تو خدا ہی کی طرف

کل جو کرگس بڑھ رہا تھا باز شاہی کی طرف
گامزن ہے آج وہ اپنی تباہی کی طرف

کل وہ منہ کیسے دکھائیں گے شہِ کونین ﷺ کو
دیکھتے ہیں آج جو دربارِ شاہی کی طرف

ظاہری اسباب پر تکیہ نہیں کرتے کبھی
دیکھتے ہیں اہل ایماں تو خدا ہی کی طرف

ہاتھ میں تلوار لے کر کیسا مست وشاد ہے
دیکھئے تو اک نظر جنت کے راہی کی طرف

اب کہاں ہیں وہ نمایندے نئی تہذیب کے
اک نظر مغرب کی بھی اس کم نگاہی کی طرف

قید ہو جائے جو زنجیر غلامی میں تو پھر
لعنتیں ہیں سینکڑوں اس بادشاہی کی طرف

اپنے بھائی کے مقابل کر کے اعداء کی مدد
خود اٹھایا ہے قدم ہم نے تباہی کی طرف

ایٹمی طاقت

تم ایٹمی طاقت پہ کبھی ناز نہ کرنا
گر عقل ہے تو جنگ کا آغاز نہ کرنا

شاہیں کی بلندی سے حسد لاکھ ہو لیکن
کرگس سے کہو! خواہشِ پرواز نہ کرنا

یہ آج تمہارے ہیں تو کل اور کسی کے
اغیار کی طاقت پہ کبھی ناز نہ کرنا

خائف ہے مسلمان سے کس درجہ تیری فوج
بھولے سے بھی افشا یہ کبھی راز نہ کرنا

تم چال کو اپنی بھی فراموش کروگے
یوں خود کو کبھی ناقلِ شہباز نہ کرنا

روباہ تو روباہ ہے گو لاکھ ہو فربہ
شیروں کے مشابہ کبھی آواز نہ کرنا

مؤمن کی فراست نے تمھیں دیکھا ہے مفتوح
مؤمن کی نظر کو نظرانداز نہ کرنا

مجھے مجبور کرڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

مرا باطن معطر کر دیا ہے عطرِ طاعت نے
مرا ظاہر منور کر دیا ہے نورِ سنت نے
مرا جینا مکیف کر دیا جامِ شریعت نے
غرض، دنیا سے بد دل کر دیا ہے شوقِ جنت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

میں کیونکر برق کی زد میں خود اپنا آشیاں رکھتا
زباں رکھتے ہوئے بھی خود کو کب تک بے زباں رکھتا
کہاں تک دردِ عشقِ حق کو سینے میں نہاں رکھتا
شکست فاش پھر کھائی ہے طوفانِ ملامت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

سوائے حکم کی تعمیل کے میں اور کیا کرتا
خدا کے حکم میں بندوں سے کیونکر مشورہ کرتا
کوئی ہوتا اگر ناراض تو بے شک ہوا کرتا
کیا ہے بے نیازِ رنج و راحت عشقِ سنت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

کسی کے ہنسنے سے اور مسکرانے سے نہیں ڈرتا
نبیؐ پاک سی صورت بنانے سے نہیں ڈرتا
خدا کا خوف غالب ہے زمانے سے نہیں ڈرتا
کہ مجھ کو زندگی بخشی ہے پھر شوقِ شہادت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

بھلا برداشت کب تک سیرت و کردار میں خامی
کہاں تک مصلحت اندیشی کب تک خوفِ الزامی
"کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی"
سنبھلنے کا مجھے موقع دیا ہے میری قسمت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

اب اپنی زندگی کا رخ خدا کی سمت موڑوں گا
کوئی کچھ بھی کہے پر دامنِ آقا نہ چھوڑوں گا
کبھی میں سرور عالم کی سنت کو نہ توڑوں گا
مجھے یہ حوصلہ بخشا ہے امیدِ شفاعت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

میں آخر کب تلک احول کے زیرِ اثر رہتا
خدا کا بندہ ہو کر غیر کا دست نگر رہتا
شجر ہوتے ہوئے بھی کب تلک میں بے ثمر رہتا
لیا ہے امتحاں میرا اثرؔ خود میری جرأت نے
مجھے مجبور کر ڈالا ہے آقا ﷺ کی محبت نے

دیارِ دار سے آؤ گزر کے دیکھتے ہیں

یہ تجربہ بھی محبت میں کر کے دیکھتے ہیں
دیارِ دار سے آؤ گزر کے دیکھتے ہیں

اب اس کو دیکھنا ہی زندگی کا مقصد ہے
وہ جی کے مل نہیں سکتا تو مر کے دیکھتے ہیں

گزرنے والے گزرتے ہیں جان سے کیونکر
سو اس کی راہگزر سے گزر کے دیکھتے ہیں

متاعِ عقل و خرد نے کیا تہی دامن
اب اپنے آپ کو دیوانہ کر کے دیکھتے ہیں

شہادتوں کے سمندر میں کون سے ہیں گہر
سمندروں کی تہوں میں اتر کر دیکھتے ہیں

تمہارے سورما سرحد پہ ہیں کھڑے کب سے
سو ہم بھی برسرِ میداں اتر کر دیکھتے ہیں

پڑوسیوں سے وہ کرتے ہیں چھیڑ چھاڑ بہت
جو منتشر کبھی حالات گھر کے دیکھتے ہیں

بہت سے لوگ کہ ناآشنا ہیں طوفاں سے
وہ ساحلوں کے نظارے بھی ڈر کے دیکھتے ہیں

بہت سے اب بھی ہیں مرہونِ منتِ اغیار
بہت سے اب بھی اشارے نظر کے دیکھتے ہیں

وہ حشر تک بھی اجالوں کو پا نہیں سکتے
جو خواب نیند میں کھو کر سحر کے دیکھتے ہیں

جو ان کی راہ میں گھائل ہوئے ہیں دیوانے
بھلا وہ زخم کب اپنے جگر کے دیکھتے ہیں

پتہ تو جب چلے جب آئے برسرِ میداں
کہ ہم سخن میں تو جذبے اثر کے دیکھتے ہیں

خدا خیر کرے

دل میں اٹھتے ہیں سوالات خدا خیر کرے
مہربانوں کو جوابات خدا خیر کرے
بعض اوقات سماعت پہ بھی شک ہوتا ہے
جانیں کس رخ پہ ہیں حالات خدا خیر کرے
اس کہانی کو سنا ہم نے بصد دلچسپی
جیسے انہونی حکایات خدا خیر کرے
اہلِ کشمیر کی تائید مناسب لیکن
اہلِ مغرب سے شکایات خدا خیر کرے
نوراکشتی کی جھلک اس میں نظر آتی ہے
یا کشاکش کی شروعات خدا خیر کرے
اس قدر عزم وتوکل کہ سبھی حیراں ہیں
اتنے پاکیزہ خیالات خدا خیر کرے

CamScanner

پیش خیمہ کسی طوفان کا لگتا ہے ہمیں
خامشی میں ہے کوئی بات خدا خیر کرے

گھر میں جھگڑا ہے، پڑوسی بھی عدو، وہ بھی خفا
ایک ساتھ اتنے محاذات خدا خیر کرے

چین کی نیند نہیں آتی انہیں سن کے خبر
چین والوں سے ملاقات خدا خیر کرے

ہم کو معلوم ہے انجامِ حقیقت گوئی
ہم ہیں مصروفِ مناجات خدا خیر کرے

غلط ہے

پالیسی تعصب کی ہے، اقدام غلط ہے
ظالم کا تو دنیا میں ہر اک کام غلط ہے
سوچو کہ تباہی کا یہ آغاز ہوا کیوں
دیکھو کہ غلط کام کا انجام غلط ہے
منزل ہے تری ذلت و رسوائی کا گڑھا
اندازِ سفر تیرا بہر گام غلط ہے
تقلید کیا کرتا ہے اوروں کے عمل پر
وہ جس کا کہ دنیا میں ہر اک کام غلط ہے
جو تیری غلامی نہ کرے بس وہ برا ہے
قذافی غلط ہے، کبھی صدام غلط ہے
تو چاہتا ہے دہر سے مسلم کو مٹانا
پھر کیوں نہ کہوں تیرا پروگرام غلط ہے

خود اپنے گریبان میں جھانکے تو خبر ہو
اشراف پہ تخریب کا الزام غلط ہے

گر دوسرے کرتے ہیں جرائم بھی تو چھپ کے
تیرا تو ہر اک فعل سرِ عام غلط ہے

جو دوست سے حاصل ہو، ہے وہ زخم بھی محبوب
دشمن سے جو ملتا ہے وہ انعام غلط ہے

رکیئے نہ کہیں منزلِ مقصود سے پہلے
چلیئے کہ سرِ راہ یہ آرام غلط ہے

ہاں شرک ہے سر غیر کے قدموں پہ جھکانا
جس طرح اثرؔ سجدۂ اصنام غلط ہے

تب جا کے نصیحت ہوتی ہے

کافر کی حمایت ہوتی ہے فاسق کی اطاعت ہوتی ہے
جب موت سے مؤمن ڈرتا ہے جب زیست سے الفت ہوتی ہے
اسلام زبان پر ہوتا ہے اور سینے میں بُت پلتے ہیں
نعروں پر نعرے لگتے ہیں مقصود حکومت ہوتی ہے
کرسی کے لئے سب لڑتے ہیں اسلام کے بخیے ادھڑتے ہیں
کفار زدہ جب دنیا میں مسلم کی قیادت ہوتی ہے
اک آن میں سب بِک جاتے ہیں جو سِکّوں کی جھنکاروں سے
ایسے بھی نظریے ہوتے ہیں ایسی بھی سیاست ہوتی ہے
مؤمن جو دُوراَندیش تھا کل یہ آج اسے معلوم نہیں
کیا غور و تدبر ہوتا ہے کیا فہم و فراست ہوتی ہے
دن رات فقط ہے آہ و فغاں، کچھ کرنے کا اب عزم کہاں
آنکھوں میں کرشمے ہوتے ہیں ہونٹوں پہ حکایت ہوتی ہے
ناصح تو نصیحت کرتے ہیں پر اہلِ خرد کب سُنتے ہیں
جب قافلہ ہی لُٹ جاتا ہے تب جا کے نصیحت ہوتی ہے

اورزیادہ

(مسلم رہنما کی حق گوئی کی حوصلہ افزائی)

بیتاب کرے زخمِ نہاں اور زیادہ
دیں اس سے بھی وہ کھل کے بیاں اورزیادہ
مانع نہ ہو کمزوریٔ دل حق کے مقابل
''اللہ کرے زورِ زباں اور زیادہ''
داغِ غمِ اَغیار سے مل جائے نجات اب
چمکا کریں زخموں کے نشاں اور زیادہ
اسلام کے فرزندوں سے مایوس نہیں ہم
اے کاش! کہ جذبہ ہو جواں اور زیادہ
اللہ کرے تجھ کو نمایندہ حرم کا
دے بُت کدے میں جاکے اذاں اورزیادہ
دراصل ہے یہ مسئلہ ملت کی بقا کا
ہمت کی ضرورت ہے یہاں اور زیادہ

دُشمن تو سبھی اسلحے سے لیس ہیں تیرے
کر جمع بس اب تیر و کماں اور زیادہ

مقصود رضامندی ہو بس ایک خدا کی
ہرگز نہ اٹھا نازِ بُتاں اور زیادہ

دنیا سے اٹھے میتِ طاؤس و رباب اب
کر خدمت شمشیر و سناں اور زیادہ

بڑھتا ہے جونہی زخمِ جگر دردِ محبت
کرتا ہے اثر آہ و فغاں اور زیادہ

دُعا کردے

الٰہی دشمنانِ دینِ آقا کو فنا کردے
مسلمانانِ عالم کو تو پھر غلبہ عطا کردے

جو ہیں کفار ان کے مکر کو لوٹا دے ان پر ہی
مسلمانوں کو پھر سے عظمتِ رفتہ عطا کردے

تو ہے تقدیر پر حاکم بدل دے قسمتِ مسلم
تری ہی ذات ہے منعم تو رحمت بے بہا کردے

لیا تھا عہد جو کچھ عالمِ ارواح میں تو نے
تو ہی توفیق دے اس عہد کو بندہ وفا کردے

نہ مال و زر لگا تیرا نہ تیرا جسم کام آیا
ترا کیا جاتا ہے جو ان کے حق میں کچھ دعا کردے

جاں تجھ پر فدا پاک وطن کرتے رہیں گے

جاں تجھ پہ فدا پاک وطن کرتے رہیں گے
چھلنی تیری اُلفت میں بدن کرتے رہیں گے

گلشن کو ترے باغِ جناں سمجھے گی دنیا
صحرا کو ترے رشکِ چمن کرتے رہیں گے

تو رشکِ زماں ہم کو سدا کرتا رہے گا
ہم تیری زمیں فخرِ زمن کرتے رہیں گے

آنکھوں میں ترا حسن ہے ہاتھوں میں قلم ہے
ہم عشق ترا نذرِ سخن کرتے رہیں گے

کہتا رہے دیوانہ، ہمیں سارا زمانہ
ہم تذکرۂ جانِ چمن کرتے رہیں گے

دھرتی سے ہمیں پیار ہے، دھرتی سے ہمیں پیار
ہم حبِ وطن حبِ وطن کرتے رہیں گے

مایوس نہ ہوں گے کبھی تاریکیٔ شب سے
اُمید کی دریافت کرن کرتے رہیں گے

بجلی نہیں ہے

ہوا کمیاب ہے بجلی نہیں ہے
بشر بے تاب ہے بجلی نہیں ہے

اُٹھائیں لطف اب رعنائیوں کے
شبِ مہتاب ہے بجلی نہیں ہے

یہی تو روشنی کے شہر کا اب
درخشاں باب ہے بجلی نہیں ہے

سنا ہے آب سے بنتی ہے بجلی
مگر اب آب ہے بجلی نہیں ہے

اُجالا ہی اُجالا ہے جو ہر سُو
یقیناً خواب ہے بجلی نہیں ہے

بتانا کمپلین آفس سے سب کو
ہماری جاب ہے، بجلی نہیں ہے

معیشت کا خدا حافظ ہے، سو عرض
بصد آداب ہے بجلی نہیں ہے

نہ اس کو خوابِ غفلت سے جگاؤ
اثر بے خواب ہے بجلی نہیں ہے

آئی سائیڈ

جو محرک مرکزِ تحریک ہے
مسندِ اعلیٰ بھی اس کی بھیک ہے
ملک میں برپا بہرِ سو انتشار
ان کا کہنا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے
اور کیا تاویل کر سکتے ہیں ہم
شاید ان کی آئی سائیڈ ویک ہے
حال تو پہلے بھی کچھ روشن نہ تھا
اور مستقبل بھی اب تاریک ہے
اُٹھ گیا سب اعتبار و اعتماد
اب فقط الزام ہے، تشکیک ہے
مسئلۂ انتقالِ اقتدار
اب مثالِ زیب تن باریک ہے

روز افزوں ہے، دُجاجہ کی ہوس
قابلِ دید اشتیاقِ دِیک ہے

جب سے پھیلا آمریت کے حضور
کاسۂ جمہوریت بھی لیک ہے

ہونے کو ہے ڈیل کی تکمیل بھی
منزلِ مقصود اب نزدیک ہے

شہر آشوب

رہبرانِ سیاست سے پوچھے کوئی
شہرِ قائد سے کیوں روشنی چھین لی

جرم کیا تھا مرے نوجواں کا بھلا
کیوں مسیحاؤں نے زندگی چھین لی

کون ہے جس نے یہ غم کا تحفہ دیا
کون ہے جس نے دل کی خوشی چھین لی

کس نے اشکوں کے دریا بہائے یہاں
کس نے نازک لبوں سے ہنسی چھین لی

کس نے ماں کے کلیجے کو زخمی کیا
کس نے بہنوں سے ان کی خوشی چھین لی

ایک مجبور و بے بس کرے بھی تو کیا
رہزنوں نے جو شے چھین لی، چھین لی

لوڈ شیڈنگ، مہنگائی کے بعد اب
چین و راحت کی سوغات بھی چھین لی

خوف و دہشت بٹھایا دلوں میں اثر
امن غارت کیا آشتی چھین لی

CamScanner

ایک ہوجائیں

موت بن جائیں جور و جفا کے لیے
تیرگی کو مٹادیں ضیا کے لیے

نسل و رنگ و زباں کا جو ہے اختلاف
ہے برائے تعارف، خدا کے لیے

اختلافات کو رکھیے بالائے طاق
اُمتِ مسلمہ کی بقا کے لیے

ایک ہوجائیں ہم، نیک ہوجائیں ہم
راحتِ حضرتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے

اب دوا کیجیے اب دُعا کیجیے
عصبیت کے مرض کی شفا کے لیے

قومیت کے بتوں کو کریں پاش پاش
ورنہ تیار ہوں پھر فنا کے لیے

تاک میں ہیں اثرؔ بھیڑیے کفر کے
ایک ہوجائیں مسلم خدا کے لیے

بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

اپنا وطن ہے ایسا کہ جس کا بدل نہیں
کوئی نہیں وزیر یاں جس کا محل نہیں
ساڈے گرائیں فکر دی یاں کوئی گل نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

چمکا رہے ہیں دہر میں جو اس کے نام کو
کیوں آپ دے رہے ہیں کریڈٹ عوام کو
کیا حکمران آب میں مثلِ کنول نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

الفاظِ حلفیہ کا بہت پاس ہے ہمیں
ہر لمحہ اپنی سیٹ کا احساس ہے ہمیں
غافل مفادِ قوم سے گو ایک پل نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

ٹوٹی ہے کیا قیامت، ہوا کون سا ہے قہر
تاریکیوں میں ڈوبا ہے گر روشنی کا شہر
اتنی سی بات، باعثِ جنگ و جدل نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

تجار، مشقِ صبر و رضا کرتے جایئے
چپ چاپ آپ ٹیکس ادا کرتے جایئے
مظلوم آپ جیسا کوئی آج کل نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

ہم ''مصطفیٰ'' کے فلوور ہیں ''باکمال'' ہیں
جدت پسند لوگ ہیں روشن خیال ہیں
شدت پسند، قائلِ جہد و عمل نہیں
بجلی کے مسئلے کا مگر کوئی حل نہیں

اپنی سمجھ میں لوڈ شیڈنگ آتی ہی نہیں
بجلی ہمارے گھر کی کبھی جاتی ہی نہیں
شاہی محل، عوام کا یہ اصطبل نہیں
بجلی کے مسئلے کا آخر کوئی حل نہیں

کام کے دام

وہ اِک گستاخ کو، بدنام کو انعام دیتے ہیں
نہ جانے اس طرح دنیا کو کیا پیغام دیتے ہیں
تحفظ اس لیے ان کو فراہم کرتے ہیں کافر
کہ جو ناکامِ مذہب ہیں انہیں وہ کام دیتے ہیں
محبت کلب کی جس قوم کی رگ رگ میں بس جائے
وہ حقِ سرپرستی کلب کو ہر گام دیتے ہیں
سو جذباتِ بہیمانہ کو جب تسکین ملتی ہے
جو ہیں اَنعام وہ اَنعام کو اِنعام دیتے ہیں
حقیقت جانیے تو ایسے بدطینت ہیں خود ملزم
جو اپنے آباء و اجداد کو الزام دیتے ہیں
گرو، یعنی کہ خود ابلیس بھی بغلیں بجاتا ہے
نیابت کا فریضہ، چیلے جب انجام دیتے ہیں
ملازم ہیں آخر ایسے منصف، اہلِ مغرب کے
اِدھر یہ کام کرتے ہیں اُدھر وہ دام دیتے ہیں

خون کی سرخی

رنگیں رنگیں ہے پیارا پیارا ملک
خون سے سرخ ہے ہمارا ملک
فتح کا جشن ایک جانب ہے
اک طرف سوگوار سارا ملک

دل ستاں تیری داستاں ہے اب
دل نشیں گو ترا نظارہ ملک
غیر محفوظ ہے مسلماں اب
تھا مسلمان کا سہارا ملک

کیوں اُسی کا لہو بہا اس میں
جس نے دے کر لہو سنوارا ملک
ہم تجھی پر لٹائیں گے جانیں
تو بہرحال ہے ہمارا ملک

جب بھی صد رشکِ مہر تھا یہ دیس
اب بھی چشمِ اثر کا تارا ملک

جب ہی تو مسلمان سرِدار ہیں ایسے

مانا کہ وہ حالات سے دو چار ہیں ایسے
پر جامِ مراعات سے سرشار ہیں ایسے
دِکھتا ہی نہیں ڈھلتی ہوئی شام کا انجام
چڑھتے ہوئے سورج کے پرستار ہیں ایسے
ہو جنبشِ مژگاں بھی گراں بارِ طبیعت
عشاق یہاں طالبِ دیدار ہیں ایسے
مغلوب ہوئے جاتے ہیں استاذ کے آگے
کیا کیجیے غالب کے طرف دار ہیں ایسے
جنبش کی بھی جرأت نہیں ہوتی ہے بلا اِذن
زنجیرِ غلامی میں گرفتار ہیں ایسے
نادان ہیں سب اہلِ خرد ان کے مقابل
وہ زعم میں اپنی ہی سمجھ دار ہیں ایسے

بن سر کی اجازت کے ہلا سکتے نہیں سر
سردار ہیں ایسے مرے سرکار ہیں ایسے

ممکن نہیں اس قوم کی پستی کا تدارک
جس قوم کے جس ملک کے سردار ہیں ایسے

خاطر میں نہیں لاتے ہیں جذباتِ عوامی
اب نشۂ قوت سے وہ سرشار ہیں ایسے

ہو حکم اُدھر اور اِدھر حلقوم پہ خنجر
قربانئ ملت کو وہ تیار ہیں ایسے

کی منصبِ سردار کی توہین بہرطور
جب ہی تو مسلمان سرِدار ہیں ایسے

گرانی کے سامنے

کون آئے گا چڑھتے ہوئے پانی کے سامنے
بہنا پڑے گا ورنہ روانی کے سامنے
ہے اِک سوال، چڑھتی جوانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

اس درجہ ہیں بلند ٹماٹر کی قیمتیں
جس طرح چڑھ گئی ہیں کوارٹر کی قیمتیں
فریاد کیجے ملک کے بانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

حلقہ ذرا دراز کرو کاروبار کا
کب تک چلے گا نوٹ بھلا اِک ہزار کا
ہے مرد لاجواب، زنانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

جو سستے بھاؤ ملنے لگے پھر وہ دال کیا
آٹے کی قیمتوں میں کمی کا سوال کیا
حیران ہوں میں شعلہ بیانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

اس کے لیے بنائیں گے قانون و قاعدہ
ہم چاہتے ہیں صرف غریبوں کا فائدہ
الفاظ خندہ زن ہیں، معانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

مزدور کا مشاہرہ جب اس قدر ہو کم
کیسے سفید پوشی کا رکھے کوئی بھرم
کب تک رہے گا پیاسا وہ پانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

غیروں سے کیا کہوں کہ اثرؔ غیر تو ہیں غیر
میں خود بغیر گوشت کے ہوتا نہیں ہوں سیر
شرمندہ ہوں میں چرب زبانی کے سامنے
اب کون بند باندھے، گرانی کے سامنے

سیاستِ دوراں

پائے نویدِ صبح، کوئی ڈھلتی شام سے
اُمید اب نہیں ہے فسردہ نظام سے

افسانۂ سیاستِ دوراں کا ہے، وہ حال
آغاز کا ہے غم، نہ خوشی اختتام سے

مظلوم کا لہو بھی ہے شامل اسی سبب
ملتا نہیں ہے کیف، تعیش کے جام سے

کھیلا گیا وہ کھیل مفادات کا کہ اب
وحشت سی ہوگئی ہے سیاست کے نام سے

لب پر خدا خدا ہے، خیالوں میں روشنی
تاریک دل ہوئے ہیں مگر رام رام سے

کردار ان کا ننگِ شیاطینِ کائنات
لگتے ہیں جو ملائکہ اپنے کلام سے

برپا ہے ہر غریب پہ مہنگائی کا عذاب
محروم کوئی کیوں ہو بھلا فیضِ عام سے

کیا نظم و ضبط، طور و طریقے کی ہو اُمید
ہوتا ہو انتشار جہاں انتظام سے

ممکن نہیں ہے رحمت و برکت کا ہو نزول
جب تک ہے رشتہ قوم کا سودی نظام سے

متفرقات

ضربِ مؤمن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

تخمِ حق گوئی کا شیریں پھل مبارک ہو تجھے
اس زمینِ شور پر جل تھل مبارک ہو تجھے
ہر قدم ہر سانس اور ہر پل مبارک ہو تجھے
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

عہدِ تاسیس اب تلک تیرا وہ ہم کو یاد ہے
تو کسی اہلِ نظر کی دلنشیں ایجاد ہے
تو نے اسلامی صحافت کی رکھی بنیاد ہے
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

تیری راہوں میں بہت سے خار بھی آئے مگر
منزلِ مقصود پر رکھتے ہوئے تو نے نظر
طے کیا ہر فاصلے کو تیز تر اور بے خطر
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

تو نے وہ بھی دور دیکھا ہے کہ جب اہلِ نظر
تیرگی کو روندتے تھے اپنے قدموں سے مگر
مل نہ پائی شوئ تقدیر سے ان کو سحر
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

تو نے عریانی و فحاشی کا روکا راستہ
جھوٹ سے فلموں کی خبروں سے تجھے کیا واسطہ
تو ہے قرآن و حدیثِ پاک سے آراستہ
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

عقل ہے حیران جرأت پر صداقت پر تری
مشکلیں کس درجہ آئی ہیں اشاعت پر تری
رشک کرتی ہے صحافت، استقامت پر تری
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

ضربِ مومن تیرے شیدا، طفل و زن، پیر و جواں
ضربِ مومن تو ہے تپتی دھوپ میں اک سائباں
ضربِ مومن مار تیری ہے حیاتِ جاوداں
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

ضربِ مومن پیشِ باطل آہنی دیوار ہے
ضربِ مومن چشم ہائے دشمناں میں خار ہے
تیرا نصب العین ہی حق گوئی کا اظہار ہے
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

اہلِ دنیا سے نہیں، اللہ سے ڈرتا رہے
نرغۂ باطل میں اہلِ حق کا دم بھرتا رہے
تاقیامت تو یونہی گلکاریاں کرتا رہے
ضربِ مومن عشرۂ اول مبارک ہو تجھے

ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

حملہ آور ہوتے ہیں لیٹسٹ تدبیروں کے ساتھ
ایڈ کرتے ہیں پروائیڈ وہ تعزیروں کے ساتھ
واش کرتے ہیں برین آسان تحریروں کے ساتھ
وہ جکڑنا جانتے ہیں ہم کو زنجیروں کے ساتھ
کیا بتائیں سنگ کا پیوند ہے ہیروں کے ساتھ
ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

تھے خفا ہم سے زمین و آسمان تو پہلے ہی
ملک میں اپنے ہی تھے ہم بے اماں تو پہلے ہی
چھا چکی تھی ڈالی ڈالی پر خزاں تو پہلے ہی
تھے تباہی کے دہانے پر جواں تو پہلے ہی
اب بنے مشقِ ستم اطفال تدبیروں کے ساتھ
ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

جو ترقی یافتہ بننے کے خواہش مند ہیں
وہ بھلا دین و شریعت کے کہاں پابند ہیں
باطناً زہرِ ہَلاہل ظاہراً گو قند ہیں
گر اجازت ہو تو کہہ دوں مغربی فرزند ہیں
آیتِ قرآن مستشرق کی تفسیروں کے ساتھ
ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

کس لیے ذکرِ مجاہد کیوں ہوں احکامِ جہاد
پھر اسی صورت پہنچ جائے نہ پیغامِ جہاد
ظالموں کی آنکھ کا کانٹا ہے اقدامِ جہاد
واجبِ گردن زنی اب جرم ہے نامِ جہاد
کفر ہے، اب کفر سے لڑنا بھی شمشیروں کے ساتھ
ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

قوم کے معصوم پھولوں کی طرف ہے اب نگاہ
سنبل و ریحان و سوسن کو بنا کر خارِ راہ
کورے کاغذ کو بھی کرنا چاہتے ہیں اب سیاہ
ہے اثر دانشورانِ قوم کو یہ انتباہ
قبر میں جاتا نہیں ہے کوئی جاگیروں کے ساتھ
ہے نصاب اصحاب کی خوش رنگ تصویروں کے ساتھ

CamScanner

ختم نبوت زندہ باد

دین و ایماں کتنوں ہی کا کر ڈالا برباد
دھرتی پر اک بوجھ بنی ہے مرزا کی اولاد

اعدائے اسلام کا پودا ایسا کچھ پنپا
وجہ تعفن اب بھی جگ میں انگریزوں کی کھاد

مرزا غلام احمد تو نہیں تھا، وہ تھا غلام احمق
ربوہ جس کو کہتے ہیں وہ، ہے صدیق آباد

کفر و ضلالت کذب و عداوت پھیلائیں جگ میں
ویسے ہی شاگرد ہیں آخر جیسا تھا استاد

جو تھے وجہِ آزادی وہ پابندِ زنجیر
پابندی جس پر تھی لگی، وہ پھرتا ہے آزاد

پارہ پارہ کر ڈالا اُمت کی وحدت کو
نام اسے دجال کا دیں یا اس کو کہیں جلّاد

عاشقِ آقا کے ہونٹوں پر ایک ہی نعرہ ہے
ختمِ نبوت زندہ باد اور مرزا مردہ باد

قربانی

رفع گر تو اہلِ حاجت کی پریشانی کرے
خالقِ زر رزق میں تیرے فراوانی کرے

حکم "لا تقھر، فلا تنھر" رہے پیشِ نظر
اس طرح پابندئ احکامِ قرآنی کرے

گو ضیافت تو عزیز و اقرباء کی لاکھ ہو
پر مساکین اور غریبوں کی بھی مہمانی کرے

خود اُڑائے ران بھیجے دوست کو دستی تو پھر
تنگ دستوں کے لیے بھی کوئی آسانی کرے

اس فضیلت کو سہولت سے وہ پاسکتا ہے دوست
اجتماعی اور امدادی جو قربانی کرے

جو فقیروں کی خبر گیری کرے دنیا میں آج
کیا عجب ہے کل اگر جنت میں سلطانی کرے

جو ہے دانا جمع وہ کرتا نہیں مال و متاع
جو ہے ناداں وہ ہمیشہ ایسی نادانی کرے

وہ جو ہے ایمان والا مانتا ہے حکم رب
وہ بھلا مومن کہاں جو اپنی من مانی کرے

جس کی نیت میں ریا ہو اُجر کیا اس کو ملے
کس لیے بے سود کوئی خون کو پانی کرے

اونٹ، گائے، بیل، بکرا، بھیڑ، دنبہ کی طرح
خواہشاتِ نفس و شیطان کی بھی قربانی کرے

حرفِ "شُحَ نفسہٖ" پر ہو عمل پیرا اثرؔ
اس طرح تسکینِ ذوق و شوقِ ایمانی کرے

عظمت خلیل اللہ کی

ربّ نے جب کی ہے بیاں رفعت خلیل اللہ کی
کیوں نہ پھر انساں کرے مدحت خلیل اللہ کی

اسم ان کا یوں درودِ پاک میں شامل کیا
تاقیامت نشر ہو عظمت خلیل اللہ کی

تھے وہ ایسے بردبار و مہربان و رحم دل
شان میں نازل ہوئی آیت خلیل اللہ کی

وہ بلا مہماں تناول کر نہ سکتے تھے طعام
میہماں داری کہ تھی عادت خلیل اللہ کی

ہم کہ خوگر گوشت خوری کے ہیں ان کے نام پر
ہم میں بھی ہے کیا کوئی خصلت خلیل اللہ کی

آج صدیوں بعد بھی پھر تازہ ہوجاتی ہے یاد
حج بیت اللہ کی صورت خلیل اللہ کی

ذبح خود فرزند کو کرنے چلے ربّ کے حضور
راہِ حق میں دیکھئے ہمت خلیل اللہ کی

جب مرے آقا ﷺ خلیل اللہ کے فرزند ہیں
کیوں مجھے حاصل نہ ہو نسبت خلیل اللہ کی

آج بھی بننا ہے جس کو اے اثرؔ ربّ کا خلیل
آج بھی زندہ کرے سنت خلیل اللہ کی

ذوقِ قربانی

گو کہ ہے برعکس اس کے، آج انسانی پسند
حق تعالیٰ کو مگر ہے، ذوقِ قربانی پسند
خواہشاتِ نفس کو بھی زیرِ خنجر کیجیے
آپ کو گر حشر میں ہے، ظلِ رحمانی پسند
جو ہیں بینا دیکھتے ہیں حکمتِ اسلام کو
کور چشموں کو نہیں احکامِ قرآنی پسند
بندۂ رحمٰن تو رحمٰن پر قربان ہے
بندۂ رحماں کرے کیوں کارِ شیطانی پسند
خونِ دل، خوفِ خدا سے آب ہوجاتا ہے جب
کیوں نہ آئے پھر خدا کو آنکھ کا پانی پسند
ذاتِ باقی کے پرستاروں کو، خود فرمایئے
کیسے آئے آب و تابِ عالمِ فانی پسند

مومنیں تو ہر نفس منّان کے ممنون ہیں
مومنوں کو ہو نہیں سکتی ہے من مانی پسند
عقل کے بندے بنالیتے ہیں نادانوں کو دوست
آج کے داناؤں کو آتی ہے نادانی پسند
وہ تو ہیں معصوم و عادل، آپ کا ہے یہ قصور
آپ کو آتے نہیں گر ظلِ سبحانی پسند
اہلِ ایماں خوگرِ انصاف ہوتے ہیں اثر
اہلِ ایماں کر نہیں سکتے بے ایمانی پسند

ماں کے بغیر

زندگی یوں لگی مجھ کو ماں کے بغیر
جس طرح ہو زمیں آسماں کے بغیر

ایسا محسوس ہوتا ہے ماں کے بغیر
جسم ہی جسم ہو جیسے جاں کے بغیر

کس طرح زیست گزرے گی ماں کے بغیر
تن جھلس جائے گا سائباں کے بغیر

روح بنجر ہوئی ایسی ماں کے بغیر
جیسے دریا ہو، آبِ رواں کے بغیر

دل کہ ہے مضطرب ایسا ماں کے بغیر
جیسے کوئی جبیں آستاں کے بغیر

ایسا ویران ہے قلب ماں کے بغیر
جس طرح کوئی مسجد اذاں کے بغیر

زیست صحرا صفت ایسی ماں کے بغیر
پھول جیسے اثرؔ گلستاں کے بغیر

خوشبو

خوشا دینی مدارس کے در و دیوار کی خوشبو
کہ مہکی پھر غلامانِ شہِ ابرار کی خوشبو
گلستانِ نبوت کی بہاریں لوٹ آئی ہیں
فضاؤں میں بسی ہے جُبّہ و دستار کی خوشبو
وہ قال اللہ اور قولِ رسول اللہ کی رونق
کلامِ ربّ حدیثِ سیدِ ابرار کی خوشبو
کہیں علمِ شریعت ہے کہیں وعظ و نصیحت ہے
کہیں اخفا کی حکمت ہے کہیں اظہار کی خوشبو
رکھا حرفِ ''بلیٰ'' کا پاس ایسا اہلِ ایماں نے
کہ اب تک ہے دلِ مؤمن میں اس اقرار کی خوشبو
جبھی تو اہلِ باطل اتنے خائف ایسے لرزاں ہیں
انہیں آتی ہے ان سے جعفرِ طیار کی خوشبو
فقط گفتار کے غازی نہیں ہیں طالبانِ علم
فضاؤں کو معطر کرتی ہے کردار کی خوشبو
ہوئے ہم اسوۂ حسنہ سے اتنے دور اتنے دور
کہ اب اپنوں سے بھی آنے لگی اغیار کی خوشبو
اثرؔ شعر و سخن سے کام لے اصلاحِ امت کا
خدا عالم میں پھیلائے ترے اشعار کی خوشبو

راہِ خدا میں خرچ

یوں آپ خود کو اہلِ سعادت بنایئے
راہِ خدا میں خرچ کی عادت بنایئے
خوش قسمتی سے مل گیا موقع ثواب کا
اب فائدہ اُٹھایئے قسمت بنایئے
لیجے دُعائیں خستہ شکستہ قلوب کی
ہستی کو اپنی باعث برکت بنایئے
یہ کاروبار سچ ہے، بڑا نفع بخش ہے
دنیا میں خرچ کیجیے جنت بنایئے
جس گھر کو چھوڑنا ہے یقیناً مرے رفیق
اس گھر کو بس بقدرِ ضرورت بنایئے
دنیا میں گھر بنا کے مساکین کے لیے
خلدِ بریں میں خوب عمارت بنایئے

کیجے علاج آپ غریبوں کے جسم کا
اس طرح اپنی روح کی صحت بنایئے

دنیا کا عیش عارضی، فانی ہے بالیقیں
عقبیٰ کو صرف مرکزِ راحت بنایئے

رحمٰن کی پکار پہ لبیک کہہ کے آپ
شیطان اور نفس کی درگت بنایئے

آقائے نامدار کے عاشق ہیں آپ گر
آقا کی مثل صورت و سیرت بنایئے

محبوبِ ربِ عرشِ بریں بننا ہے تو پھر
اے دوست خود کو عاشقِ سنت بنایئے

حج اور قربانی

کاش! ہمارے جذبۂ ایثار کو دیکھے کوئی
حلق میں مخفی ذرا تلوار کو دیکھے کوئی

ہر برس میں فیس حج کی بڑھتی ہے کچھ اس قدر
بس وہی ہو عازمِ حج جس کو کہیے ابنِ زر

یا تو اوپر کی کمائی سے وہ مالا مال ہو
تحفہ، نذرانہ بلاناغہ ہو، حج ہر سال ہو

باقی سب فرقت کے مارے جان سے جاتے رہیں
بے بسی میں پڑھ کے نعتیں دل کو سمجھاتے رہیں

اور ہمارے دیس میں آتا ہے جب ماہِ صیام
آسماں سے بات کرتے ہیں، یہاں پر پھل کے دام

قبلِ عیدالاضحیٰ چوپایوں کی مہنگائی نہ پوچھ
درمیانِ جانور انساں کی رسوائی نہ پوچھ

گائے تھی جتنے کی پہلے اب ہے بکرا اتنے کا
پوچھنے سے قبل ہی گھبرائیں، بچھڑا کتنے کا
قیمتیں دریافت کرکے یوں ہراساں ہوگئے
جن پہ قربانی تھی واجب خود ہی قرباں ہوگئے
ہاں مگر امدادی قربانی تو ارزاں ہے بہت
خدمتِ خلقِ خدا تو اب بھی آساں ہے بہت
گر کوئی چاہے ثوابِ آخرت حاصل کرے
نام خود امدادی قربانی میں وہ شامل کرے

گلستانِ نبوت

رشکِ بہار، حاصلِ نکہت کہیں جسے
سطحِ زمین پہ گوشۂ جنت کہیں جسے

موسوم ہے جو دینی مدارس کے نام سے
خوش فکر، گلستانِ نبوت کہیں جسے

جس نے بلند کردیا اسلام کا وقار
صدیوں سے پاسدارِ شریعت کہیں جسے

جس پر بقائے دین کا دارومدار ہے
اسلامی مملکت کی ضرورت کہیں جسے

ملتی ہے اس میں عام وہ، آب و ہوا کی مثل
روشن خیال لوگ، لیاقت کہیں جسے

وہ ہسپتال، وا ہوں جہاں چشم ہائے دل
اہلِ نظر کی جائے ولادت کہیں جسے

شمس الضحیٰ کی ایک کرن سے ہے مستفاد
اہل نگاہ فہم و فراست کہیں جسے

دراصل صرف اہلِ مقدر کا ہے نصیب
وہ شے کہ انبیاء کی وراثت کہیں جسے

آغازِ علمِ اُمیّ لقب کا ہے خاصّہ
تاریخ و فلسفہ کی نہایت کہیں جسے

طوفانِ گمرہی میں بھی روشن چراغِ حق
اہلِ وفا کی ہمت و جرأت کہیں جسے

تحقیرِ اہلِ علم ہے تضحیکِ اہلِ دیں
آثار ہائے قربِ قیامت کہیں جسے

اُڑتا ہے اب شعائرِ دیں کا وہیں مذاق
اہلِ جہان دینی ریاست کہیں جسے

مٹ جائیں مسلمین سے اسلام کے نقوش
طاغوتی قوتوں کی شرارت کہیں جسے

ہم نے وہ کام چھوڑ دیا

ہے وقت امتحان کا اہلِ بدین پر
برپا ہے اک قیامتِ صغریٰ زمین پر
امدادِ جان و مال کریں حسب مقدرت
عائد یہ فرض ہوتا ہے اہلِ یقین پر
وحدانیت پرستوں کا جو کام تھا دراصل
ہم نے وہ کام چھوڑ دیا ملحدین پر
افسوس ہے کہ جان پہ بن آئے اُس طرف
اور اِس طرف شکن بھی نہ آئے جبین پر
احسان کرنے والے ہیں محبوبِ ربِّ عرش
یعنی کہ لطفِ خاص ہے سب محسنین پر
امن و سلامتی تو ہے اسلام کا شعار
لازم ہے اس کی لاج آثر مسلمین پر

شخصیات

داعیٔ احیائے سنت

قطبِ وقت محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے وصال پر

وہ شریعت اور سنت کے علم بردار تھے
معصیت سے، شرک و بدعت سے بہت بیزار تھے

جانشینِ حضرت اشرف علیؒ تھانوی
وقت کے سب اولیاء اللہ کے سردار تھے

کور چشموں کو عطا ہوتی تھی واں دیدہ وری
ناشر نورِ ہدایت، پیکرِ انوار تھے

ایسے ہی بندوں کا حصہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم
واقعی وہ مستحقِ تَحْتَهَا الْاَنْهٰر تھے

حکم مولیٰ، سنت آقا ﷺ کے کامل متبع
عشقِ حق، حبِ رسولِ پاک سے سرشار تھے

چیونٹیوں کو بھی نہیں تکلیف دیتے تھے کبھی
حضرتِ ابرارِ حق تو واقعی ابرار تھے

اہلِ باطل کے مقابل مستقل سینہ سپر
وہ ہراول دستۂ حق کے سپہ سالار تھے

مار کھا جاتے تھے حسنِ خلق سے سب رام رام
مشرکینِ ہند سے یوں برسرِ پیکار تھے

اِک مجاہد کی طرح لاکھوں بتوں کے درمیاں
رزمِ باطل میں تنِ تنہا تبر بردار تھے

شاداں و فرحاں چلے وہ منزلِ جاناں کی سمت
ہر نفس محبوب سے ملنے کو جو تیار تھے

داعئِ احیائے سنت، ساعئِ تبلیغِ دیں
وہ اثر تاریک شب میں روشنی بردار تھے

وہ جو اہلِ وفا تھے

(مولانا عامر شہید کی ناگہانی شہادت پر)

جی رہے تھے جو ہنستے ہنساتے ہوئے
چل دیے اہلِ دل کو رُلاتے ہوئے

ایسی محبوب ٹھہری لقائے حبیب
کچھ کسی کو نہ بتلایا جاتے ہوئے

وہ تو شاداں و فرحاں چلے سوئے خُلد
رہ گئے ہم ہی آنسو بہاتے ہوئے

پہنچے دربارِ پاکیزہ میں وہ جواں
خود ہی اپنے لہو میں نہاتے ہوئے

وہ جو اہلِ وفا تھے ہوئے ''بے وفا''
چل دیے سب سے دامن چھڑاتے ہوئے

اب فدایانِ حق کو سکوں آگیا
تھک گئے تھے مشقت اُٹھاتے ہوئے

منزلِ خُلد میں جاکے ہی دم لیا
یوں بڑھے فاصلوں کو مٹاتے ہوئے

دل لبھاتے رہے زندگی بھر مگر
آخرت کو گئے دل دُکھاتے ہوئے

اہلِ دل ہچکچاتے ہیں کب اے اثرؔ
جان، جان آفریں پر لٹاتے ہوئے

مقابل ہے آئینہ

(حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کی شہادت پر)

شمع حیات گرچہ بجھا کر چلے گئے
حق گوئی کا چراغ جلا کر چلے گئے
عقبٰی میں سرخروئی کی ایسی طلب کہ آہ
اپنے لہو میں آپ نہا کر چلے گئے
زینت ملی لباسِ شہادت سے جسم کو
یعنی کہ اپنی روح سجا کر چلے گئے
درسِ کلامِ پاک کی شہرت نگر نگر
قرآن کی وہ خوشبو اُڑا کر چلے گئے
بکھرائے ان کے طرزِ تخاطب نے ایسے پھول
اِک گلستانِ حق وہ لگا کر چلے گئے
جو مسکراہٹیں ہی سدا بانٹتے رہے
جاتے ہوئے وہ سب کو رُلا کر چلے گئے

دنیا کے واسطے نہ کیا جمع کچھ مگر
دولت وہ آخرت کی کما کر چلے گئے

علم و عمل کا ملتا ہے کم کم ہی امتزاج
اس امتزاج کو وہ نبھا کر چلے گئے

گفتار کا نہ غازی کہے کوئی اب انہیں
کردار سے وہ اپنے بتا کر چلے گئے

طاغوتی قوتوں سے نہ مرعوب وہ ہوئے
حق بات صاف صاف سنا کر چلے گئے

اخلاص اور نفاق سے پردے اُٹھائے یوں
کھوٹے کھرے کا فرق بتا کر چلے گئے

للکارِ حق شناس! ''مقابل ہے آئینہ''
باطل کو آئینہ وہ دکھا کر چلے گئے

کب پیکرِ خلوص نے مانگا کسی سے کچھ
سب کچھ اثرؔ وہ اپنا لٹا کر چلے گئے

سو چراغِ رُشد جلا گئے

انہیں چشم ڈھونڈے ہے ہر طرف، وہ نظر میں ایسے سما گئے
سبھی اہلِ دل ہیں دریدہ دل، وہ جہانِ فانی سے کیا گئے
یہاں رند ہیں سبھی تشنہ لب، یہاں ہر مریض ہے جاں بلب
"وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے"

کیا رہنما سے جو رابطہ، ملا کور چشموں کو راستہ
وہ جو گمراہی کے اسیر تھے، وہی لوگ منزلیں پا گئے
وہ سلف کی گویا شبیہ تھے، وہ زمانے بھر کے فقیہ تھے
وہ جمیل تھے، وہ وجیہ تھے، سو دلوں پہ نقش جما گئے

کیا ایسا زندہ جہاد کو، پڑا منہ چھپانا فساد کو
وہ خدائے پاک کی یاد کو، نئی ایک راہ دکھا گئے
بڑے کاربندِ اصول تھے، وہ عجب مطیعِ رسول ﷺ تھے
کہ وہ پھولپور کے پھول تھے، رہِ حق کی خوشبو اُڑا گئے

وہ سراپا قابلِ دید تھے، بڑے خوش نصیب وسعید تھے
کہ حقیقتاً وہ رشید تھے، سو چراغِ رُشد جلا گئے
جہاں عارفوں کے پڑیں قدم، وہ نقوشِ پا بھی ہیں محترم
اسی راستے پہ چلیں گے ہم، کہ جدھر سے اہلِ وفا گئے

وہ فطین و عالی دماغ تھے، وہ ہدایتوں کا چراغ تھے
وہ خدا کے دین کا باغ تھے، سو عمل کے پھول کھلا گئے
اے اثرؔ اُنہوں نے حیات کا، کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا
جو خدا سے "عہدِ الست" تھا، وہ بہ حُسن وخوبی نبھا گئے

حضرت عزیر گل

در دھوپ مثلِ سائباں حضرت عزیر گل
تیز آندھیوں میں بادباں حضرت عزیر گل

تحریکِ حریت کے وہ سرگرم کارکن
جہد و عمل کی داستاں حضرت عزیر گل

وہ باوجودِ قید بھی آزاد مرد تھے
گویا قفس میں آشیاں حضرت عزیر گل

تھی قال اور حال میں ان کی مطابقت
علم و عمل کے گلستاں حضرت عزیر گل

آئے نہ آئے یار کوئی، محوِ کار آپ
تنہا ہی رشکِ کارواں حضرت عزیر گل

گویا ایازِ وقت لقب آپ کا ہوا
محمود کے تھے رازداں حضرت عزیر گل

گو آپ اسیر مالٹا ہیں لیکن آپ پر
قربان ہیں آزادیاں حضرت عزیر گل

ایسے بھی مہر و ماہ اب زیرِ زمین ہیں
حیرت زدہ ہے آسماں حضرت عزیر گل

ناصر و منصور

(مولانا منظور احمد چنیوٹی کے وصال پر کہے گئے اشعار)

قادیانیت کی سرکوبی ترا منشور تھا
داعیٔ ختمِ نبوت دہر میں مشہور تھا

درمیاں طوق و سلاسل کے بھی تو مسرور تھا
نشۂ عشقِ رسالت میں کچھ ایسا چُور تھا

قادیانیت کو ہر سو موت آتی تھی نظر
قادیانیت پر تیرا وار یوں بھرپور تھا

بہر استقبال نورانی فرشتے صف بہ صف
منتظر منظور احمد کا جہانِ نور تھا

حضرتِ منظور احمد جائیں مولیٰ کے حضور
درحقیقت میرے مولیٰ کو یہی منظور تھا

جان و مال و آبرو قربان کردینا روا
پر سرمو انحرافِ دین نامنظور تھا

چشمِ باطل میں کھٹکتا تھا مثالِ خار وہ
حق کا ناصر تھا جنابِ حق سے وہ منصور تھا

وہ کہ عجز و انکساری سادگی تھا سر بسر
عجب و کبر و خودنمائی سے بہت ہی دور تھا

بارہا اس نے کیا چیلنج باطل کو اثرؔ
پیشوائے قادیانیت مگر مفرور تھا

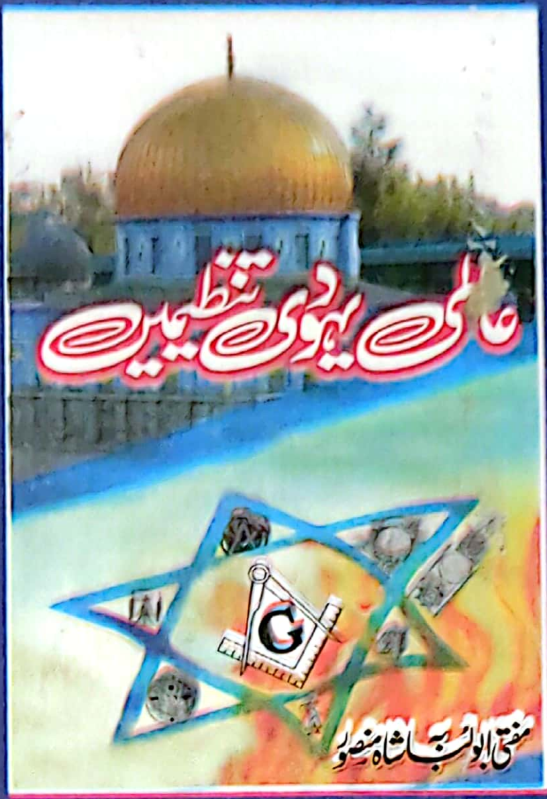

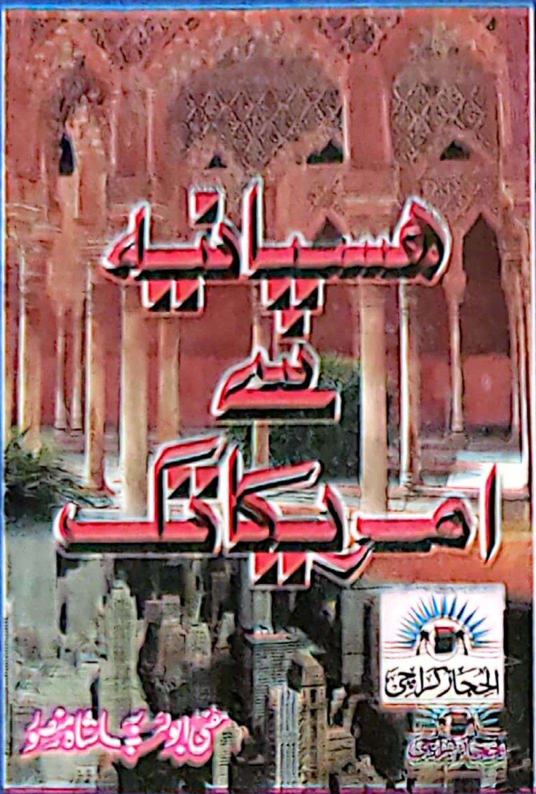

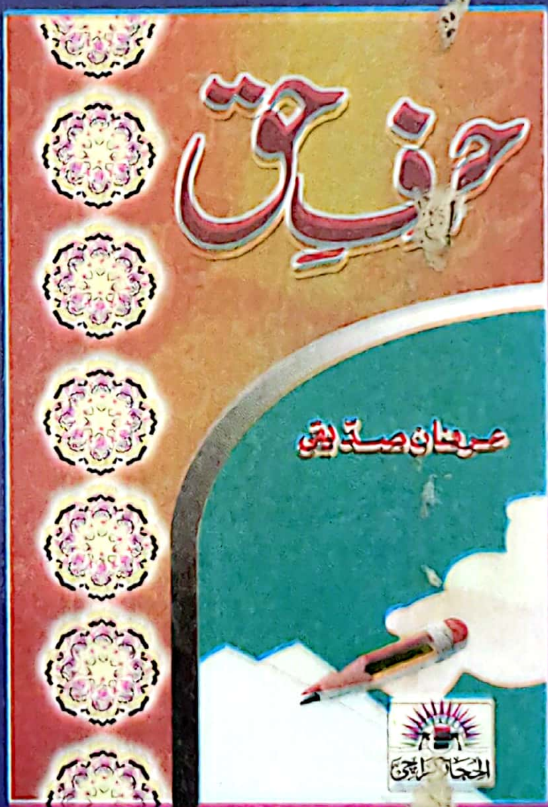

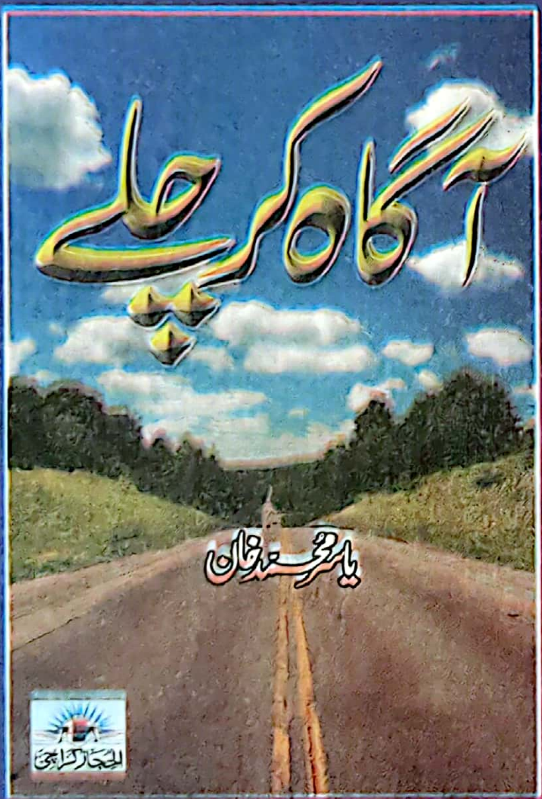

تقسیم کنندہ
مکتبہ بیت العلم، کراچی
021-4916690,4914569
0333-3520282

اسٹاکسٹ
ادارۃ الانور، کراچی
021-4914596،4919673
0300-2573575

تقسیم کنندہ
مکتبہ عمرو بن العاص، لاہور
042-7321291
0300-4585134